تبلیغی جماعت

اور اُس کی دعوت کے اصول و آداب

حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی

ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر

رئیس جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

دار القلم کراچی

فہرست مضامین

صفحہ نمبر

ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی بعث الأنبیاء والرسول لھدایة العباد، وأفضل الصلاة وأتم السلام علی سیّدنا محمد، خاتم الأنبیاء والرسل، ارسلہ بالھدیٰ ودین الحق، بشیراً ونذیراً، وداعیا الی اللّٰہ بإذنہ وسراجاً منیرا، وعلی آلہ وصحبہ، ومن تبعھم بإحسان ودعا بدعوتھم وسلک سبیلھم الٰی یوم الدین. وبعد:

۱۹۸۴ء کا واقعہ ہے کہ کراچی ایئرپورٹ پر ایک عرب اسلامی ملک کے وزیر اوقاف سے میری ملاقات ہوئی، وہ پاکستان کی وزارت اوقاف کی جانب سے منعقدہ سیرت کانفرنس میں شرکت کے لئے اسلام آباد جارہے تھے، وزیر موصوف کے ساتھ دینی موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی، حسن اتفاق کہئے کہ اسلام آباد جانے والی فلائٹ لیٹ ہوگئی تو ہماری ملاقات کی نشست بھی لمبی ہوگئی، یوں وزیر موصوف مجھ سے کافی مانوس ہوگئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ: کیا آپ مجھے تبلیغی جماعت ... جس کا مرکز ہندوستان اور پاکستان میں ہے... اوراس کے لائحہ عمل کے بارے میں کچھ معلومات فراہم کرسکتے ہیں؟

اور انہوں نے مجھ سے فرمائش بھی کی کہ میں جماعت کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کروں، اس کے ساتھ ہی انہوں نے مجھے اپنے ملک میں ہونے والی ایک

اسلامی کانفرنس میں شرکت کی دعوت بھی دے دی جو ایک ماہ بعد ہونے والی تھی۔ میں نے ان کی دعوت قبول کر لی اور کہا کہ: جب میں کانفرنس میں شرکت کے لئے آؤں گا تو انشاءاللہ آپ کو مطلوبہ معلومات پیش کر دوں گا۔

اس کے بعد میں نے کراچی جماعت کے بعض ذمہ دار حضرات سے رابطہ کیا کہ اگر جماعت سے متعلق عربی میں لکھی ہوئی کچھ معلومات ہوں تو وہ میں ساتھ لیتا جاؤں، اور عرب حضرات کو پیش کروں، مگر جماعت کے ذمہ دار حضرات نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا، کیونکہ جماعت کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے زیادہ تر اردو میں ہے، جب میری روانگی میں صرف دو تین دن باقی رہ گئے تو ہمارے محلّہ علامہ بنوری ٹاؤن کی جماعت کے امیر: بھائی نذیر صاحب میرے پاس تشریف لائے اور حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ... حضرت جی... سابق امیر کے ایک مفصل مکتوب کی فوٹو کاپی لائے جو انہوں نے ایک ایسی جماعت کو لکھا تھا جو اللہ کی راہ میں دعوت کے لئے نکلی ہوئی تھی۔

اس تفصیلی خط میں حضرت جیؒ نے جماعت کے لائحہ عمل اور چھ نمبروں کو نہایت شرح وبسط سے ذکر کیا تھا، جن کو جماعت نے اپنی دعوت کی بنیاد قرار دیا ہے۔ الحمدللہ! اس تفصیلی خط کے ملنے سے مجھے خوشی ہوئی کہ میں وزیر موصوف سے کئے گئے وعدہ کا ایفاء کرسکوں گا۔ غالباً دوسرے دن میرا سفر تھا، لہٰذا میں نے جہاز میں بیٹھتے ہی اس تفصیلی خط کا عربی ترجمہ شروع کر دیا۔ الحمدللہ! کہ جہاز جوں ہی منزل مقصود پر پہنچا میں اس کا ترجمہ مکمل کر چکا تھا۔

چونکہ وزیر موصوف نے جماعت کے بارے میں میری ذاتی رائے کا بھی مطالبہ کیا تھا، اس لئے میں نے اپنی معلومات، مشاہدات اور جماعت کے ذمہ دار حضرات کے بیانات کی روشنی میں اپنی رائے بھی لکھ دی، جب وزیر موصوف سے ملاقات ہوئی تو حسبِ وعدہ ان کو یہ معلومات پیش کر دیں۔ وزیر موصوف اس ایفائے

عہد پر بہت خوش ہوئے اور شکریہ ادا کیا۔

سفر سے واپس آنے کے بعد میں نے مناسب سمجھا کہ اسے کتابی شکل میں چھپوادوں، تاکہ ہمارے جو بھائی دعوت کے کام میں لگے ہوئے ہیں، وہ اسے پڑھ کر بصیرت کے ساتھ محنت کرسکیں، چنانچہ اسے کتابی شکل میں شائع کردیا گیا اور عرب بھائیوں نے اسے بہت پسند کیا اور دعائیں دیں، تادم تحریر اس کے چھ ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔

چونکہ حضرت جیؒ کا یہ خط الگ کتابی شکل میں نہیں چھپا، بلکہ ان کی سوانح کے ضمن میں چھپا ہے، اس لئے بہت سے حضرات اس سے ناواقف ہیں۔

عربی ترجمہ چھپنے کے بعد بعض حضرات نے مشورہ دیا کہ: اگر اردو خط بھی کتابی شکل میں شائع کردیا جائے تو اردو دان حضرات کو... جو اس کام میں لگے ہیں... بھی بہت فائدہ اور بصیرت حاصل ہوگی۔

چنانچہ اس مشورہ پر عمل کرتے ہوئے اب اسے کتابی شکل میں شائع کیا جارہا ہے، تاکہ اس کا فائدہ عام ہو۔

سب سے پہلے ایک مقدمہ ہے، جس میں جماعت کا مختصر تعارف، بعض غلط فہمیوں کا ازالہ ہے اور پھر حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا وہ مفصل خط ہے، جس میں انہوں نے جماعت کا لائحہ عمل اور چھ نمبروں کی تشریح کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے نافع بنائے۔

عبدالرزاق اسکندر

مقدمہ

تبلیغی جماعت کا مختصر تعارف

تقریباً ایک صدی قبل متحدہ ہندوستان کے ایک بہت بڑے عالم اور بزرگ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ نے دیکھا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی دینی حالت افسوسناک حد تک ابتری کا شکار ہے۔ نیز انہوں نے دیکھا کہ ہندوستان کے بعض علاقوں میں مسلمان صرف اسلام کا نام تو جانتے ہیں مگر ان کو کلمۂ اسلام: ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کا صحیح تلفظ تک بھی نہیں آتا۔

لہٰذا مسلمانوں کی یہ حالت دیکھ کر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو دکھ اور صدمہ ہوا اور سوچنے لگے کہ مسلمانوں کی اصلاح اور تربیت کے لئے کس طرح کام شروع کیا جائے؟

چنانچہ اس مقصد کے لئے انہوں نے حج کا سفر اختیار کیا، وہاں جا کر مشاعر حج اور حرمین شریفین میں مقدس مقامات پر نہایت عجز و انکسار کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے رہے کہ: اے اللہ! میرے لئے عام مسلمانوں میں دعوت کا راستہ کھول دے، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور اس کے لئے ان کا سینہ کھول دیا گیا۔

چنانچہ آپ حج کے بعد ہندوستان واپس تشریف لائے اور ہندوستان کے دارالحکومت دہلی سے باہر بستی نظام الدین سے دعوت کا کام شروع کر دیا۔

آپ کا معمول تھا کہ آپ شہر کے بازاروں، گاؤں اور قصبوں میں جاتے اور مسلمانوں کو اللہ کی طرف دعوت دیتے اور مساجد اور تعلیم کے حلقوں سے جڑنے کی ترغیب دیتے، تا کہ وہ اس طرح ایمان، نماز اور اسلام کے بنیادی مسائل سیکھیں، اور ان بنیادی مسائل اور اسلامی آداب کو خود سیکھنے، عملی طور پر اپنانے اور دوسروں کو

سکھانے کے لئے ان سے مطالبہ کرتے تھے کہ اپنے خرچ پر مہینہ میں تین دن، سال میں چالیس دن اور عمر بھر میں چار ماہ کے لئے اللہ کی راہ میں نکلیں۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس بزرگ کی مخلصانہ محنت میں برکت عطا فرمائی اور ان کے اردگرد پاک سیرت اہلِ ایمان افراد کی ایسی جماعت جمع ہوگئی جن کا تعلق معاشرے کے ہر طبقہ سے تھا، اس میں تاجر، کاشتکار، سرکاری اور غیر سرکاری ملازم، اساتذہ، طلبہ اور مزدور وغیرہ سب ہی تھے۔

حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ نے اس جماعت کے لئے کچھ قواعد وضوابط وضع فرمائے، جن میں سے بعض کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے:

۱:......اپنے خرچ پر نکلنا۔لہٰذا جو شخص بھی اللہ کی راہ میں نکلے وہ اپنی جیب سے خرچ کرے، کسی تنظیم کی طرف سے یا چندہ لے کر نہ جائے، اس لئے اگر کسی کو فرصت نہیں یا خرچ کی طاقت نہیں، وہ اپنے محلّہ کی مسجد میں اور مقامی کام میں جڑتا رہے۔

۲:......سیاسی امور میں دخل اندازی سے دور رہے۔

۳:......اجتہادی، فروعی اور فقہی مسائل کو نہ چھیڑا جائے اور ہر شخص نے جو بھی فقہی مسلک اختیار کیا ہوا ہے، اسی پر عمل کرے یا اس مسلک پر، جو اس ملک میں رائج ہو اور پوری توجہ اور اہتمام سے ایمان، یقین، اخلاص، نماز، علم، ذکر، مسلمانوں کے اکرام اور ان کے حقوق کا خیال رکھے، دعوت اور خروج فی سبیل اللہ میں مصروف رہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس بزرگ کی محنت میں ایسی برکت عطا فرمائی کہ جو دعوت ایک قریہ اور بستی سے شروع ہوئی تھی وہ ترقی کرتے کرتے ایک عالمی اور بین الاقوامی دعوت بن گئی۔

اس جماعت کے بارے میں یہ میری معلومات ہیں۔ولا ازکی علی اللہ احداً.

وصلی اللہ علی سیّدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم

تبلیغی جماعت کے بارے میں
میری رائے!

میں سمجھتا ہوں کہ اس جماعت کا کسی ملک میں جانا، وہاں کے عوام اور وہاں کی حکومت دونوں کے لئے باعث رحمت ہے، کیونکہ یہ جماعت ایک عام فرد اور شہری کی اصلاح پر محنت کرتی ہے، تاکہ وہ ایک ایسا اچھا شہری بن جائے جو اپنے خالق کا وفادار، اور نہ صرف اپنے وطن اور اہل وطن کا خیر خواہ ہو، بلکہ ساری انسانیت کے لئے فکرمند ہو جائے، وہ ایسی کوئی حرکت نہ کرے جس سے وطن اور اہل وطن کو نقصان پہنچے، وہ چوری نہ کرے، کسی کو ناحق قتل نہ کرے، کسی کا مال نہ لوٹے، کسی کی عزت پر حملہ نہ کرے، جھوٹ نہ بولے اور نہ کسی کو دھوکا دے، بلکہ وہ دوسروں کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

یہ وہ اوصاف ہیں جو حکومت اور عوام دونوں کے حق میں مفید ہیں۔

حکومتیں عام طور پر اسلامی ہوں یا غیر اسلامی، اپنی بگڑی ہوئی عوام سے نالاں ہوتی ہیں اور دہشت گردوں، چوروں، ڈاکوؤں اور منشیات اور مسکرات کے استعمال کرنے والوں کا شکوہ کرتی ہیں اور ان جرائم کو روکنے کے لئے قوانین اور سزائیں وضع کرتی ہیں، لیکن ان سے کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوتا۔

لیکن تبلیغی جماعت کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ تعلیم وتربیت کے ذریعہ مسلمانوں کے نفوس میں ایسا ملکہ اور ایسی اخلاقی قوت پیدا کردے جو انہیں ان جرائم کے ارتکاب سے روکے اور ان جرائم سے دلوں میں نفرت پیدا کردے اور انہیں ایسی صفات اور اعلیٰ اخلاق اپنانے کی ترغیب دیتی ہے جن سے عوام اور حکومت دونوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''اَلدِّیْنُ اَلنَّصِیْحَةُ؟ قُلْنَا: لِمَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہَ؟ قَالَ: لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِکِتَابِہٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَتِھِمْ.''

(مشکوٰۃ، ص:۴۲۳)

ترجمہ: ''دین خیر خواہی کا نام ہے، ہم نے عرض کیا: کس کے لئے؟ یا رسول اللہ! فرمایا: اللہ کے لئے، اس کے رسول کے لئے، اس کی کتاب کے لئے اور مسلمانوں کے حکمرانوں کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے۔''

یقینی بات ہے کہ جب فرد کی اصلاح ہوگی تو اس سے پورے معاشرہ کی اصلاح ہوگی، ملک میں امن وامان کی فضاء پیدا ہوگی، روحانی واخلاقی قدریں عام ہوں گی اور لوگ امن وامان کی زندگی بسر کرسکیں گے۔

دیکھا جائے تو عموماً حکومتیں دو باتوں سے گھبراتی ہیں:

١:۔ ایک یہ کہ باہر سے کوئی اجنبی آئے اور آ کر ملک کی سیاست میں دخل اندازی کرے۔

٢:۔ دوسرا یہ کہ کوئی اجنبی باہر سے آ کر عوام الناس میں اختلاف پیدا کرے۔

ان دونوں باتوں میں حکومت کو اس جماعت سے کوئی خطرہ نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ وہ سیاست میں دخل نہیں دیتی اور نہ ہی وہ عوام میں اختلاف پیدا کرتی ہے۔

تبلیغی جماعت کا پاکستان اور ہندوستان میں مرکز ہے، جہاں اسے یہ قانونی حق حاصل ہے کہ وہ سیاست میں حصہ لے، لیکن اس نے رضا کارانہ طور پر اپنا یہ حق چھوڑ رکھا ہے، لہٰذا جو جماعت اپنے ملک میں اپنا سیاسی حق استعمال نہیں کرتی، وہ دوسرے ملک میں کیسے سیاست میں حصہ لے گی، جہاں اسے اس کا کوئی حق ہی حاصل

نہیں؟ لہٰذا کسی ملک کی حکومت کو اس جماعت سے کوئی سیاسی خطرہ نہیں۔

باقی رہا یہ کہ عوام میں اختلاف پیدا کرنا اور ان کی صفوں میں پھوٹ ڈالنا تو اس اعتبار سے بھی جماعت سے کوئی خطرہ نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ تبلیغی جماعت کا محور ہی دین کی بنیادی باتیں اور ایسے امور ہیں، جن پر پوری امت کا اتفاق ہے، وہ فروعی اور اجتہادی مسائل کو نہیں چھیڑتی، جس سے اختلاف پیدا ہونے کا امکان ہے۔

بطور مثال: ہم دیکھتے ہیں کہ جماعت ایک مسلمان کو نماز کی دعوت دیتی ہے، جو کہ دین کا ایک بنیادی ستون ہے اور جس کی فرضیت میں کسی کا اختلاف نہیں، نیز وہ مسلمان کو اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ وہ اپنا تعلق مسجد سے جوڑے، اس میں بھی کسی مسلمان کو کوئی اختلاف نہیں۔

اب اگر کوئی مسلمان ان کی بات مان لیتا ہے اور مسجد سے اپنا تعلق جوڑ لیتا ہے اور نمازوں کی پابندی شروع کر دیتا ہے تو الحمدللہ! مقصد حاصل ہو گیا۔ اب تبلیغی جماعت کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ نوجوان اپنی نماز فقہ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی وغیرہ میں سے کس کے مطابق ادا کرتا ہے، لہٰذا اس اعتبار سے بھی کسی حکومت کو فکر مند نہیں ہونا چاہئے۔

یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے اور سنتے ہیں کہ بہت سی اسلامی اور غیر اسلامی حکومتیں جنہوں نے اس جماعت اور اس کی دعوت کی حقیقت کو جان لیا ہے، انہوں نے اس کے لئے اپنے ملک کے دروازے کھول دیئے ہیں اور وہ اس کے لئے سہولتیں مہیا کرتی ہیں، نیز ان کی عوام بھی اپنے ملک میں اس کا استقبال کرتی ہے اور اسے دیکھ کر خوش ہوتی ہے۔

تبلیغی جماعت کے بارے میں
بعض شبہات اور ان کا ازالہ

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ تبلیغی جماعت میں عوام الناس کے ہر طبقہ کے لوگ شریک ہوتے ہیں، علماء، طلبہ، تاجر، ملازم، کسان اور مزدور وغیرہ۔ اب ان میں سے ہر ایک شخص تو ایسا نہیں ہوتا کہ جس کی کامل اصلاح اور تربیت ہو چکی ہو، اسی لئے بعض اوقات ان میں سے کسی سے کوئی نامناسب حرکت سرزد ہو جاتی ہے تو بعض جذباتی حضرات فوراً اس فرد کی اس غلطی کو جماعت کی طرف منسوب کر دیتے ہیں، حالانکہ یہ انصاف کے خلاف ہے۔ انصاف یہ ہے کہ یہ غلطی اس فرد کی طرف منسوب کی جائے نہ کہ جماعت کی طرف، کیونکہ جماعت خود اسے غلط سمجھتی ہے۔

ایک اسلامی ملک کے سفر کے دوران میری ملاقات ایک ایسے ادارے کے ذمہ دار شخص سے ہوئی جو انسدادِ منشیات کا سربراہ تھا۔ اپنے ادارہ کا تعارف کراتے ہوئے اس نے کہا کہ ہمارا کام یہ ہے کہ قانون اور سزاؤں کے ذریعہ نوجوانوں کو منشیات وغیرہ سے روکیں۔

میں نے اس سے کہا کہ: یہ بہت اچھی بات ہے۔ ملک میں ایسے قوانین اور سزائیں ہونی چاہئیں جن کے ذریعہ لوگوں کو منشیات اور دیگر جرائم سے روکا جا سکے، خصوصاً: اسکول اور کالج کے طلبہ کو جو مستقبل کا سرمایہ ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک اور راستہ بھی ہے جس کے ذریعہ نوجوانوں کو منشیات و مسکرات کے استعمال اور بے راہ روی سے روکا جا سکتا ہے اور ملک کو ان جرائم سے پیدا ہونے والی مشکلات سے بچایا

جاسکتا ہے؟

چنانچہ اس کی صورت یہ ہے کہ ان نوجوانوں کو دین کی راہ پر ڈال دیا جائے اور ان کے دلوں میں ایمان کی روح پیدا کی جائے، تاکہ وہ نیک اور صالح شہری بن جائیں اور خود بخود بلا کسی قانون اور سزا کے خوف سے منشیات اور بے راہ روی کو چھوڑ دیں۔ نہ ان سے کسی کا ناحق قتل ہو، نہ کسی کا مال لوٹیں، نہ کسی کی عزت پر حملہ کریں اور نہ ہی حکومت اور عوام کے لئے مسائل پیدا کریں، بلکہ اپنے فرائض نہایت ذمہ داری اور پوری امانت داری سے ادا کریں۔

مزید میں نے ان سے یہ کہا کہ: گزشتہ رات مجھے اپنے ساتھیوں کے ساتھ آپ کے شہر کے تبلیغی مرکز میں جانے کا اتفاق ہوا، جہاں نوجوانوں کا ایک بڑا مجمع تھا، جن کی اکثریت اسکول اور کالج کے اساتذہ اور طلبہ کی تھی، ان کے چہروں پر ایک نور اور وقار ہویدا تھا، جن سے یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ منشیات یا دیگر جرائم کا ارتکاب کریں گے۔

وہ صاحب کہنے لگے کہ: یہ بات بالکل صحیح ہے، ہم نے بھی دیکھا ہے کہ جو لوگ اس جماعت کے ساتھ جڑ جاتے ہیں، ان پر صلاح وتقویٰ کے آثار نمایاں ہوتے ہیں اور وہ منشیات یا دیگر جرائم سے دور بھاگتے ہیں۔ لیکن ہمیں جماعت سے دو شکوے ہیں:

۱:۔ ایک یہ کہ جب کوئی ملازم پیشہ شخص ان سے متاثر ہو کر کچھ وقت ان کے ساتھ لگاتا ہے، مثلاً: ایک چلہ۔ تو بعض مرتبہ یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ وہ شخص چلہ لگانے کے بعد اسی جماعت کا ہو کر رہ جاتا ہے، اسے نوکری کی پرواہ ہوتی ہے اور نہ بیوی بچوں کی فکر۔ ادھر دفتر والے پوچھ رہے ہیں، ادھر گھر والے پریشان۔

۲:۔ اسی طرح یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ اسکول یا کالج کا جو طالب علم چھٹی کے دنوں میں جماعت کے ساتھ نکل جائے تو وہ تعطیلات ختم ہونے کے بعد بھی جماعت کے ساتھ چلتا رہتا ہے اور وہ اسکول چھوڑ دیتا ہے، اسے تعلیم کی فکر ہوتی ہے اور نہ

والدین کی پرواہ۔

میں نے ان سے کہا: بیشک اس طرح کے اکا دکا واقعات ہمارے ہاں بھی پیش آتے ہیں، لیکن یہ انفرادی کوتاہیاں ہیں، ان کا جماعت کی پالیسی سے کوئی تعلق نہیں، لہٰذا ان کوتاہیوں کو ان افراد کی طرف منسوب کرنا چاہئے نہ کہ جماعت کی طرف۔

اس لئے کہ جماعت والے کسی ملازم پیشہ شخص یا طالب علم کو ہرگز نہیں کہتے کہ: تم اپنی ملازمت چھوڑ دو یا اسکول اور کالج کی تعلیم ترک کردو اور جماعت میں لگ جاؤ، بلکہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ: بھائی! رخصت کے ایام ہمارے ساتھ گزارو، پھر اخلاص اور دیانتداری سے اپنا کام کرو۔

پھر میں نے کہا کہ: ہمارے جامعہ کی مسجد میں ہر ہفتہ جماعت کا اجتماع ہوتا ہے، جس میں طلبہ اور محلّہ کے لوگ بیٹھتے ہیں اور جماعت کے کسی بزرگ کا بیان ہوتا ہے، ہم نے آج تک کسی کی زبان سے یہ نہیں سنا کہ وہ طلبہ سے کہیں کہ تعلیم چھوڑ و اور جماعت میں چلو، بلکہ وہ تو انہیں خوب پڑھنے اور محنت کی ترغیب دیتے ہیں، ہاں یہ ضرور کہتے ہیں کہ جمعہ کی رات مدنی مسجد ... کراچی کے تبلیغ کے مرکز... میں آجایا کریں، ۱۸۔۲۰ گھنٹوں کے لئے جماعت میں نکلیں، کیونکہ اس دن چھٹی ہوتی ہے اور سالانہ چھٹیوں میں ایک چلہ لگالیا کریں۔

اصل بات یہ ہے کہ معاشرے کے ہر طبقہ میں اکا دکا جذباتی افراد ہوتے ہیں، جن سے اس طرح کے غلط تصرفات صادر ہوجاتے ہیں، آخر آپ نے بھی تو ایسے ملازمین کا تذکرہ سنا ہوگا، جنہوں نے کسی دوسری وجہ سے جذبات میں آکر ملازمت چھوڑ دی یا ایسے طلبہ کا تذکرہ بھی سنا ہوگا جو اسکول یا کالج سے بھاگ گئے۔

لہٰذا ایسے تصرفات کی نسبت ان افراد کی طرف کرنی چاہئے نہ کہ جماعت کی طرف۔ کیونکہ جماعت کی یہ پالیسی ہرگز نہیں۔ وہ صاحب میری اس گفتگو سے کافی مطمئن ہوئے اور کہنے لگے کہ: واقعی عوام الناس کی اصلاح کا یہی صحیح طریقہ ہے۔

بعض مرتبہ ذہن میں شبہات اس لئے پیدا ہوتے ہیں کہ انسان شرعی احکام اور آداب سے ناواقف ہوتا ہے۔

اسی طرح کا ایک قصہ ہے کہ ایک عرب ملک میں مجھے ایک عرب نوجوان ملا، جب تبلیغی جماعت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو وہ کہنے لگا کہ: یہ جماعت بہت اچھا اور مفید کام کررہی ہے، مگر اس میں کچھ بدعات ہیں، جن پر مجھے اعتراض ہے!

میں نے اس نوجوان سے کہا کہ: آپ مجھے کسی ایک بدعت کی نشاندہی کردیجئے، تاکہ میں جماعت کے ذمہ دار حضرات تک آپ کی بات پہنچا سکوں۔

کہنے لگے: جب کوئی جماعت دعوت کے لئے نکلتی ہے تو کہتے ہیں: یہ ہمارا امیر ہے، حالانکہ یہ بدعت ہے۔ میں سمجھ گیا کہ یہ اعتراض یا اشکال اس کی دینی معلومات کی کمی کی وجہ سے ہے۔ اس لئے میں نے اس نوجوان سے پوچھا: آپ کہاں کام کرتے ہیں؟

کہنے لگا: میں وزارتِ اوقاف اور مذہبی امور میں کام کرتا ہوں۔

میں نے کہا: آپ کے دفتر میں کتنے ملازمین کام کرتے ہیں؟

کہنے لگا: اتنے ملازمین کام کرتے ہیں، غالباً بیس سے پچیس تک بتائے۔

میں نے پوچھا: کیا ان ملازمین پر کوئی نگران بھی ہوتا ہے؟

کہنے لگا: ہاں! ایک مدیر ہوتا ہے جو ان کی نگرانی اور نظم قائم رکھتا ہے۔

میں نے کہا: کیا وزارتِ اوقاف اور مذہبی امور میں یہ بدعت نہیں کہ یہ مدیر ہے، اور یہ موظفین ہیں؟

کہنے لگا: یہ بدعت نہیں، بلکہ یہ ایک نظام ہے، اور نظام کا تقاضا ہے کہ ایک ایسا ذمہ دار شخص ہو جو سب کی نگرانی کرے، تاکہ نظام صحیح چل سکے۔

اس پر میں نے کہا: برادر عزیز! اگر آپ اپنے شہر اور اپنے دفتر میں ہوتے ہوئے، جہاں چند ملازم کام کرتے ہیں اور ہر شخص کا کام بھی متعین ہے، اپنی یہ ضرورت

سمجھتے ہیں کہ ایک ذمہ دار اور نگران ہو جو اس نظام کو صحیح چلا سکے، تو آپ خود سوچیں کہ جب ایک جماعت جو دس پندرہ انسانوں پر مشتمل ہو، دعوت کے لئے سفر پر نکلی ہو، کیا اس کو نظام کی ضرورت نہیں ہوگی؟ کہ ان میں ایک شخص ایسا ہو جو سب کی نگرانی کرے، ان میں نظم قائم کرے اور ان کے حالات پر نظر رکھے۔ جبکہ سفر میں اس کی ضرورت زیادہ ہے، کھانا پینا، نماز پڑھنا، سامان کی حفاظت اور دعوت کی ترتیب وغیرہ امور مستقل منتظم کے متقاضی ہیں۔ آپ اس نگرانی کا نام امیر رکھ دیں یا مدیر، نام سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اس نوجوان نے سر ہلاتے ہوئے کہا کہ: آپ نے صحیح کہا، مجھے مسئلہ سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ پھر میں نے اس سے کہا کہ؛ امیر بنانا نہ صرف جائز اور مباح ہے، بلکہ سنت اور آداب سفر میں سے ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ: جب ہم جماعت کی شکل میں سفر کریں تو اپنے لئے ایک امیر چن لیا کریں۔

بعض عوام اور غیر علماء سے دوران سفر ایک یہ اعتراض بھی سننے میں آیا کہ: جماعت نے چھ نمبر متعین کر کے باقی دین کے شعبوں کو چھوڑ دیا ہے، جب کہ دین زندگی کے سب شعبوں کو شامل ہے۔

یہ اعتراض بھی لاعلمی پر مبنی ہے، بیشک دین زندگی کے تمام شعبوں کو شامل ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ تقسیم کار بھی ایک فطری اور شرعی قاعدہ ہے، چنانچہ جس طرح کچھ لوگ پڑھنے پڑھانے، کچھ جہاد اور کچھ دیگر شعبوں میں کام کر رہے ہیں، ٹھیک اسی طرح تبلیغی جماعت کے بزرگوں نے اپنی فراست اور تجربہ سے یہ چھ نمبر متعین کیے کہ ان سے افراد امت کی اصلاح اور ان کی زندگی میں انقلاب آئے گا، جب افراد امت کی تربیت اور اصلاح ہوگی تو پھر وہ زندگی کے جس شعبے میں بھی جائیں گے، وہ دین کے احکام پر چلیں گے۔

میرے سامنے ایک واقعہ اس کی واضح مثال ہے وہ یہ کہ:

ایک بار حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کے پاس ایک رکشہ والا آیا اور آپؒ سے رکشہ، ٹیکسی کے کرایہ کے بارے میں سوال کرنے لگا اور بعض ڈرائیور جو میٹر وغیرہ خراب رکھتے ہیں یا سواریوں کے ساتھ دھوکا بازی کرتے ہیں، ان کے بارے میں پوچھنے لگا، حضرتؒ نے اس کے سوالات کے جواب دیئے اور فرمایا: بھائی! آپ اتنے عرصہ سے رکشہ چلا رہے ہیں اور اب آپ کو حلال وحرام کا کیسے خیال آیا؟

کہنے لگا: حضرت جی! مجھے اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور میں تبلیغی جماعت کے ساتھ جانے لگا تو مجھے حلال وحرام کی فکر ہوئی، کیونکہ اللہ کا حکم ہے، حلال کماؤ، حلال کھاؤ، حلال کھلاؤ اور حلال خرچ کرو، اس لئے میں نے یہ مسائل پوچھے ہیں تاکہ حرام سے بچوں۔

اس کے علاوہ امیر جماعت حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ کے ملفوظات اور خطابات میں جابجا اس کا ذکر ہے کہ جو حضرات علم میں لگے ہوئے ہیں، وہ بھی دین کا کام کر رہے ہیں، جو جہاد میں لگے ہوئے ہیں، وہ بھی دین کا کام کر رہے ہیں، میں آپ کو اس کام میں لگنے کا کہہ رہا ہوں۔

بہر حال یہ چند شبہات اور ان کے جوابات بطور نمونہ پیش کر دیئے ہیں، اگر کسی کو تفصیل معلوم کرنی ہو تو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمہ اللہ کی کتابیں: ۱:۔تبلیغی جماعت پر چند عمومی اعتراضات اور ان کے مفصل جوابات، ۲:۔ الاعتدال، ۳:۔فضائل تبلیغ، دیکھ لی جائیں۔

حاصل یہ ہے کہ میں اس جماعت کو مخلص سمجھتا ہوں، جس کا فائدہ حکومت اور عوام دونوں کو پہنچ رہا ہے۔(ولا ازکی علی اللّٰہ احداً)

پھر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ تبلیغی جماعت ایک کھلی ہوئی کتاب ہے، جس میں کوئی چھپی ہوئی چیز نہیں، ہر شخص قریب سے اس کتاب کو پڑھ سکتا ہے، جس کو

جماعت کے بارے میں شک وشبہ ہو، اسے چاہئے کہ جماعت کے مراکز میں جائے، ان کے اجتماعات میں شامل ہو اور ان کے بیانات سنے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ ان کے ساتھ وقت لگائے اور دیکھے کہ وہ کیا کرتے ہیں؟ اسی طرح جماعت کے بڑوں سے ملے اور اگر کوئی اشکال یا اعتراض ہو تو ان کے سامنے پیش کر کے تسلی بخش جواب حاصل کرے۔

یہاں میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس سلسلہ کی دو شہادتیں نقل کر دوں:

۱:۔ پہلی شہادت ایسے نوجوان کی ہے، جس نے جماعت کے ساتھ غیر اسلامی ملکوں میں وقت لگایا اور اس جماعت کے نیک آثار دیکھ کر اپنی رائے کا اظہار کیا۔

۲:۔ دوسرے ایک عالم فاضل کی ہے، جس نے اپنے دوستوں کے ساتھ رائیونڈ کے سالانہ اجتماع میں شرکت کی، اور وہاں جو کچھ دیکھا، اس کی رپورٹ اپنے ملک کے بڑے عالم کو پیش کی۔

ایک عرب نوجوان کی شہادت کے سلسلہ میں عرض ہے کہ ۱۹۹۵ء میں امریکا کے ایک سفر کے دوران شکاگو کی ایک مسجد میں میری اس سے ملاقات ہوئی۔

ہوا یوں کہ میں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک مسجد میں عشاء کی نماز ادا کی، مسجد نمازیوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی، یہ دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی، نماز کے بعد کسی نے بتایا کہ یہاں عربوں کی جماعت آئی ہوئی ہے، ہم ان سے ملنے کے لئے گئے، تعارف ہوا۔ جب امیر صاحب کو معلوم ہوا کہ ہمارا تعلق پاکستان سے ہے تو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور الگ ایک جگہ بیٹھ گئے اور مجھ سے جماعت کے بارے میں سوالات کرنے لگے۔ میں نے اپنی معلومات کے مطابق اس کو جوابات دیئے، تو کہنے لگے: یا شیخ! میرے ملک میں بعض لوگ اس جماعت کے خلاف باتیں کرتے ہیں، لیکن حق یہ ہے کہ میں نے ان ملکوں میں اس جماعت کے جو اچھے اثرات دیکھے ہیں، وہ اس بات

کی کھلی اور روشن دلیل ہیں کہ یہ اہل حق کی جماعت ہے۔

اس عرب نوجوان کا: ''اچھے اثرات'' کہنے کا معنی یہ تھا کہ وہ اسلامی مظاہر، جو ان ملکوں میں پائے جاتے ہیں۔ یعنی باوجود اس کے کہ مسلمان اقلیت میں ہیں، مگر ان کا دین کی طرف متوجہ ہونا، اپنے اور اپنی نئی نسل کے ایمان واسلام کی فکر کرنا، اس کے لئے جگہ جگہ مساجد تعمیر کرنا اور مساجد میں قرآن کریم کی تعلیم کے لئے مکاتب کا اجراء وغیرہ، یہ اسی کی برکت ہے کہ اب وہ مسلمان خود بھی مساجد میں باجماعت نماز ادا کرتے ہیں اور اپنے بچوں کو بھی ساتھ لاکر مکاتب میں قرآن کریم کی اور دین کے بنیادی مسائل کی تعلیم دلواتے ہیں، جب کہ اس سے پہلے وہ مغربی تہذیب اور وہاں کی مادی زندگی پر اس قدر فریفتہ ہو چکے تھے کہ انہیں دین وایمان تک کا کچھ پتہ نہ تھا۔

اب جبکہ وہ جماعت کی محنت کی برکت سے دین کی طرف متوجہ ہوئے تو اپنی مساجد کے لئے اسلامی ملکوں سے علماء، ائمہ اور خطباء اور مکاتب کے لئے حفاظ اور قراء لائے، تاکہ وہ انہیں دینِ اسلام سکھائیں۔

ایک دوسری شہادت ایک بہت بڑے عالم دین کی ہے، جن کا تعلق ایک عرب برادر ملک سے ہے اور وہ ہیں: فضیلۃ الشیخ صالح بن علی الشویمان حفظہ اللہ تعالیٰ جو خود بنفس نفیس رائیونڈ کے سالانہ اجتماع میں شریک ہوئے اور پھر اس کی رپورٹ اپنے ملک کے مفتی اعظم کو پیش کی، چنانچہ وہ رپورٹ ملاحظہ ہو:

پاکستان کی تبلیغی جماعت کے بارے میں
فضیلۃ الشیخ صالح ابن علی الشویمان کی رپورٹ

جوانہوں نے ۱۴۰۷ھ میں پیش کی، یہ رپورٹ ایک کتاب ''جلاء الاذهان عما اشتبه فی جماعة التبلیغ لبعض اهل الایمان '' سے لی گئی ہے جومختلف خطوط کا مجموعہ ہے، جسے محترم مولانا غلام مصطفیٰ حسن صاحب نے جمع کیا ہے اور مکتبہ محمد یہ ۸۶۔وی:ا، کشمیر روڈ غلام محمد آباد، فیصل آباد نے چھاپا ہے:

''بسم الله الرحمن الرحیم

سماحة الوالد الکریم الشیخ عبدالعزیز بن عبدالله بن باز الرئیس العام لادارة البحوث العلمیه والأفتاء والدعوة والارشاد حفظه الله من کل سوء ووفقه وسدد عطاه آمین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔امام بعد!

میری رخصت ۱/۳/۱۴۰۷ھ کوشروع ہوئی اور میں ۳/۳/۱۴۰۷ھ کوعلماء اور طلبہ کی ایک جماعت کے ساتھ پاکستان کے سفر پر روانہ ہوا، ان علماء اور طلبہ کا تعلق مملکت کی مختلف جامعات سے تھا، یعنی الجامعہ الاسلامیہ، جامعہ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ اور جامعۃ الملک سعود وغیرہ۔

اس سفر میں ہم نے عجائبات کا مشاہدہ کیا، جب ہم لاہور کے ہوائی اڈے پر پہنچے تو ہمارا استقبال ایک ایسی صالح نوجوانوں کی جماعت نے کیا، جن کے چہروں اور داڑھیوں سے علم اور ایمان کا نور چمک رہا تھا۔

ہم ہوائی اڈے کی مسجد میں پہنچے، تحیۃ المسجد ادا کرنے کے بعد ہم سب مل جل کر بیٹھ گئے، ہمارا تعلق مختلف ممالک سے تھا، اب ان میں سے ایک نوجوان اٹھا اور اس

نے ایسا بیان شروع کیا جو دلوں کو کھینچ رہا تھا، پھر گاڑیاں آ گئیں اور ہمیں رائیونڈ لے گئیں، جہاں سالانہ اجتماع منعقد ہوتا ہے، وہ خوبصورت اجتماع جسے دیکھ کر دل میں خشوع پیدا ہوتا ہے اور آنکھیں ڈر، خوشی اور اللہ کے خوف سے بارش کی طرح آنسو بہاتی ہیں، یہ اجتماع اہل جنت کے اجتماع سے مشابہ ہے، جہاں نہ کوئی شور وغل تھا اور نہ کوئی تکلیف، نہ کوئی فضول بات، نہ لاقانونیت اور نہ جھوٹ۔ صاف ستھرا ماحول، نہ کوئی بدبو اور نہ کوئی گندگی۔ ہر چیز ذہانت وسلیقہ سے ترتیب دی ہوئی تھی۔ نہ ٹریفک پولیس، نہ عام پولیس اور نہ کوئی چوکیدار۔ جب کہ اجتماع میں آنے والوں کی تعداد دس لاکھ سے زیادہ ہے۔

ایک فطری اور پاکیزہ زندگی ہے، جہاں ذکر اللہ کی فضا پھیلی ہوئی ہے، دن رات ہر طرف علمی، محاضرات، دروس اور ذکر اللہ کے حلقے لگے ہوئے ہیں، جس میں دعوت، تعلیم، ذکر وعبادت کے سب پہلو تھے، بخدا! یہ ایک ایسا اجتماع ہے جس سے دل زندہ اور ایمان چمکتا ہے اور اس میں اضافہ ہوتا ہے۔

کتنا بارعب اور کتنا خوبصورت اجتماع ہے جو آپ کے سامنے صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کی بولتی ہوئی تصویر پیش کرتا ہے۔ ہر طرف محنت، علم، ذکر، میٹھی گفتگو، خوبصورت اعمال، عمدہ اسلامی حرکات اور ایمان اور علم سے چمکتے ہوئے چہرے آپ کو ملیں گے۔ آپ اس اجتماع میں صرف توحید، ذکر، تسبیح وتحمید، تحلیل وتکبیر، قرآن کریم کی تلاوت، **السلام علیکم، وعلیکم السلام و رحمة الله** اور **جزاکم الله خیراً** جیسی باتیں سنیں گے۔

آپ کی نگاہ ایسی چیزوں پر پڑے گی جن سے آپ کو خوشی ہوگی اور آپ کا دل باغ باغ ہو جائے گا اور وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو تر وتازہ وزندہ کرنا ہے، جنہیں آپ ہر آن اور ہر وقت دیکھ کر لطف اندوز ہوں گے، یہ کتنا خوبصورت اور کتنا

ہی عمدہ عظیم الشان اجتماع ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ یہاں آپ کو واضح طور پر قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا عملی نمونہ نظر آئے گا، کیا ہی خوب پاکیزہ اور سعادت مند زندگی ہے۔

میرے دل میں بار بار یہ آرزو پیدا ہوئی کہ کاش! اس قسم کی دعوت کا اجتماع مملکت سعودی عرب میں بھی منعقد ہو، اس لئے کہ ہر اچھے کام اسی مملکت کے ساتھ زیب دیتے ہیں اور اس لئے بھی کہ مرحوم ملک عبدالعزیزؒ کے ابتدائی تابندہ دور سے لے کر مملکت ہمیشہ ہر عمل خیر میں آگے آگے رہی ہے۔

اس عظیم اجتماع میں اکٹھے ہونے والے افراد جن کا تعلق دنیا کے مختلف ملکوں سے تھا، سب کی ایک شکل، ایک طبیعت، ایک بات اور ایک ہدف ہے، گویا وہ سب ایک باپ کی اولاد ہیں یا یہ سمجھیں کہ گویا اللہ تعالیٰ نے ایک دل پیدا فرمایا اور ان سب میں تقسیم کر دیا ہے۔

ان سب کا مقصد اور غرض اس کے سوا کچھ نہیں کہ دین کو مضبوطی سے پکڑا جائے اور مسلمانوں کی اصلاح کی جائے اور غیر مسلموں کو اللہ تعالیٰ کے راستہ کی طرف راہنمائی کی جائے۔ تعجب ہے کہ ایسے صالحین کے خلاف جھوٹی خبریں پھیلانے والے کیوں غلط بیانی سے کام لیتے ہیں؟؟؟

ان حضرات کے بارے میں شیخ عبدالمجید زندانی نے کیا خوب فرمایا ہے: ''یہ تو آسمان کی مخلوق ہے جو زمین پر چل پھر رہی ہے۔''

اس کے بعد کون ایسا دل ہوگا جو ان کو بُرا بھلا کہے اور ایسی باتوں کی تہمت لگانے کی جرأت کرے گا جو ان میں نہیں ہیں!

میرا خیال یہ ہے کہ اس جماعت کا ہدف اور مقصد بھی وہی ہے جو ہماری مملکت کا ہے اور وہ ہے: دنیا کے انسانوں کی اصلاح اور زمین کے چپہ چپہ پر امن و امان کی

ترویج، اب آپ ہی بتائیں! کہ کون سی بات ان کی قابل گرفت ہے؟؟

اب دوبارہ اجتماع کی طرف آیئے! عشاء کے بعد جب بیان ختم ہوتا ہے تو دائیں، بائیں نگاہ دوڑائیں تو آپ کو مختلف علمی حلقے نظر آئیں گے، ان میں جس حلقے میں بھی آپ بیٹھیں گے، لطف اندوز ہوں گے اور وہاں سے کچھ نہ کچھ فائدہ اٹھا کر ہی اٹھیں گے، پھر جب سونے کا وقت ہوجاتا ہے اور چاروں طرف خاموشی اور سکون طاری ہوجاتا ہے تو آپ ان کو دیکھیں گے گویا جگہ جگہ ستون کھڑے ہیں اور نماز میں مشغول ہیں اور جب رات کا آخری وقت ہوتا ہے تو ان کو دیکھیں گے گویا شہد کی مکھیاں ہیں جو بھنبھنا رہی ہیں، ہر طرف آہ و بکا اور رو رو کے ہاتھ اٹھائے دعا کر رہے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ ان کے اور تمام مسلمانوں کے گناہ معاف فرمائے، اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے تمام مسلمان بھائیوں کو جہنم کی آگ سے بچائے اور سب لوگوں کو ہدایت بخشے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو زندہ کریں۔

مختصر یہ کہ یہ ایک ایسا اجتماع ہے، جس میں ہر عالم اور ہر طالب علم کو آنا چاہئے، بلکہ ہر اس مسلمان کو آنا چاہئے جو دل میں اللہ کا خوف اور آخرت میں جنت کی امید رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس اجتماع کے ذمہ دار حضرات کو جزائے خیر دے، ان کو ثابت قدم رکھے، ان کی مدد فرمائے اور ان کے ذریعہ مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے۔ **انه سمیع مجیب**۔

اب ان کے بارے میں سنیں جو اس اجتماع میں آنے والوں کی خدمت پر مقرر ہیں، وہ سب کے سب دین سے سرشار ہیں، آٹا پیسنے والے کی زبان پر اللہ کا نام اور تسبیح و تکبیر جاری ہے، آٹا گوندھنے والے کی زبان پر اللہ کا نام، **اللّٰہ اکبر، سبحان اللہ، والحمد للہ** جاری ہے، اور روٹی پکانے والے کی زبان پر بھی اللہ کا نام، اللہ کا ذکر، تسبیح، تحمید اور تکبیر جاری ہے اور یہ ہم نے اس وقت اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا، جب کہ ان کو ہمارے آنے کی پیشگی کوئی اطلاع نہیں تھی اور نہ ہی ان کو

پتہ چلا کہ ہم دیکھ اور سن رہے ہیں۔ پاک ہے وہ ذات جس نے ان پر بصیرت کے دروازے کھول دیئے ہیں اور اپنے ذکر کی توفیق دی ہے، اور ان کو وہ سیدھا راستہ دکھایا ہے جس کی ہر مسلمان تمنا کرتا ہے۔

سماحة الشیخ! حقیقت یہ ہے کہ جو شخص بھی اس جماعت میں شامل ہوگا اور ان کی صحبت میں شامل ہوگا اور ان کی صحبت میں رہے گا وہ ضرور عملی طور پر داعی الی اللہ بن کر رہے گا۔

کاش! میں جب جامعہ میں طالب علم تھا، اس وقت سے اس جماعت سے متعارف ہوتا تو آج میں دعوت اور تمام علوم میں علامہ ہوتا۔

بخدا! میرا ان کے بارے میں یہ اعتقاد ہے اور قیامت کے روز کہ: ''جس دن مال، اولاد اور کوئی چیز کسی کے کام نہ آئے گی'' اگر جبار مجھ سے پوچھیں گے تو میں یہی جواب دوں گا۔

فضیلة الشیخ! کاش! وہ تمام دعاۃ حضرات جو آپ کے مبارک شعبہ کے ماتحت کام کرتے ہیں، وہ اس اجتماع میں شریک ہوں، اور جماعت کے ساتھ اللہ کی راہ میں نکلیں اور اخلاص اور دعوت کا انداز سیکھیں اور صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے اخلاق سیکھیں! اور آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں حق کو حق دکھائے اور اس کی اتباع کی توفیق دے اور رُشد و ہدایت کی رہنمائی فرمائے اور اخلاص اور صحیح اعمال کی توفیق دے اور ہمیں ہمارے نفس، خواہشات اور شیطان کے شر سے بچائے اور اپنے دین کی نصرت فرمائے اور کلمہ حق کو بلند کرے اور ہماری حکومت کو اسلام سے عزت دے اور اسلام کو اس کے ذریعہ عزت دے اور وہی ہی اس کے ولی اور اس پر قادر ہیں۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد وآلہ وصحابہ

صالح بن علی الشویمان

عنیزہ کے علاقہ میں

دعوت وارشاد کا نمائندہ''

اس رپورٹ کے جواب میں سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے ان کو جو خط لکھا ہے اور جس کا نمبر ہے: ۱۰۰۷خ ۱۷۔۸۔۱۴۰۷ھ درج ذیل ہے:

"بسم الله الرحمن الرحيم

عبدالعزیز بن باز کی طرف سے (روحانی بیٹے) مکرم ومحترم فضیلۃ الشیخ صالح بن علی الشویمان کی جانب! آپ جہاں بھی ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو مبارک بنائے، آمین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امابعد!

میں نے آپ کی رپورٹ جو آپ نے پیش کی ہے پڑھی ہے، جس میں آپ نے اپنے اور اپنے ساتھ جانے والے علماء اور طلبہ، جن کا تعلق الجامعۃ الاسلامیہ مدینہ منورہ، جامعہ الامام محمد بن سعود اور جامعہ ملک سعود وغیرہ سے ہے، اس اجتماع میں شریک ہونے کی تفصیلات لکھی ہیں.... جسے تبلیغی جماعت نے رائیونڈ میں ربیع الاول ۱۴۰۷ھ میں منعقد کیا ہے... اس رپورٹ کو میں نے پڑھا ہے اور اسے کافی وشافی پایا ہے، اس رپورٹ میں اس اجتماع کی ایسی باریک تصویر پیش کی گئی ہے، جسے پڑھنے والے کو ایک شوق پیدا ہوتا ہے اور رپورٹ پڑھنے والا ایسا محسوس کرتا ہے کہ جیسے وہ خود اس کا مشاہدہ کر رہا ہے۔

مجھے اس سے بھی بہت خوشی ہوئی کہ آپ سب حضرات نے اس اجتماع سے بہت سے فوائد حاصل کئے اور ذمہ دار حضرات سے تبادلۂ خیالات کیا، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے، اور اس قسم کے اجتماعات زیادہ سے زیادہ ہوں اور ان سے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نفع دے۔

بیشک اس وقت مسلمانوں کو اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ اس قسم کی پاکیزہ ملاقاتیں ہوں، جن میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا تذکرہ ہو اور جن میں اسلام کو مضبوط پکڑنے، اس کی تعلیمات پر عمل کرنے اور توحید کو بدعات اور خرافات سے پاک رکھنے

کی دعوت ہو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کو، چاہے حاکم ہوں یا رعیت، اس فرض کی کامل ادائیگی کی توفیق دے۔

انه جواد کریم ....والسلام علیکم ورحمة الله وبرکاته،

الرئیس العام :

لادارةالبحوث العلمیة والافتاء والدعوة و الارشاد''

مکتوب گرامی

حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ

اب حضرت جی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ، سابق امیر تبلیغی جماعت، کا وہ تفصیلی خط پیش کیا جاتا ہے جو انہوں نے اس جماعت کے نام تحریر فرمایا تھا، جو حرمین شریفین عمرہ اور زیارت کے لئے گئی تھی۔

اس خط میں حضرت جیؒ نے دعوت کے مقاصد، اصول، لائحہ عمل اور خروج فی سبیل اللہ کے عام آداب بیان فرمائے ہیں۔

آپؒ کا یہ مکتوب ہر اس جماعت کے لئے مفید اور راہنمائی کا کام دیتا ہے، جو اللہ کی راہ میں دعوت و تبلیغ کے لئے نکلتی ہے، اور ہر اس شخص کی راہنمائی کرتا ہے، جو اس جماعت کے لائحہ عمل، مقاصد اور آداب پر مطلع ہونا چاہتا ہے۔

یہ مکتوب حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ کی سوانح حیات مؤلفہ: مولانا محمد ثانی حسنی، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کراچی، ۱۳۸۹ھ، ۱۹۷۸ء کے ص: ۶۵۷ سے شروع ہو کر ص: ۶۹۱ پر ختم ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترمین ومکرمین بندہ زادنا اللہ وایاکم جھداً وسعیاً فی سبیلہ والھمنا وایاکم مراشد امورنا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

خداوند کریم سے امید ہے کہ آپ حضرات بعافیت ہوں گے' آپ حضرات کی دینی مساعی کی اطلاعات باعثِ مسرت اور باعثِ تقویت ہوتی ہیں' اللہ جل شانہ

قبول فرماویں، بارآ ورفرماویں، ترقیات عطا فرماویں، صحیح نہج پرآپ حضرات کی حفاظت فرماویں اور پوری ترکیب وترتیب کی سمجھ عطا فرماویں۔ آمین.

کامیابی اور ناکامی کا انحصار

اللہ رب العزت جل جلالہ وعم نوالہ نے انسانوں کی تمام کامیابیوں کا دار ومدار انسان کے اندرونی سرمایہ پر رکھا ہے، کامیابی اور ناکامی انسان کے اندر کے حال کا نام ہے، باہر کی چیزوں کے نقشے کا نام کامیابی وناکامی نہیں، عزت وذلت، آرام وتکلیف، سکون وپریشانی، صحت وبیماری، انسان کے اندر کے حالات کا نام ہے، ان حالات کے بننے یا بگڑنے کا باہر کے نقشوں سے تعلق بھی نہیں، اللہ جل شانہ ملک ومال کے ساتھ انسان کو ذلیل کرکے دکھادیں اور فقر کے نقشے میں عزت دے کر دکھادیں۔

انسان کے اندر کا سرمایہ اس کا یقین اور اس کے اعمال ہیں۔ انسان کے اندر کا یقین اور اندر سے نکلنے والے عمل اگر ٹھیک ہوں گے تو اللہ جل شانہ اندر کامیابی کی حالت پیدا فرمادیں گے، خواہ چیزوں کا نقشہ کتنا ہی پست ہو۔

ایمان باللہ

اللہ جل شانہ تمام کائنات کے ہر ذرے کے اور ہر فرد کے خالق، مالک ہیں، ہر چیز کو اپنی قدرت سے بنایا ہے، سب کچھ ان کے بنانے سے بنا ہے۔ وہ بنانے والے ہیں خود بنے نہیں اور جو خود بنا ہوا ہے اس سے کچھ بنتا نہیں۔ جو کچھ قدرت سے بنا ہے وہ قدرت کے ماتحت ہے، ہر چیز پر ان کا قبضہ ہے۔ وہ ہی ہر چیز کو استعمال فرماتے ہیں، وہ اپنی قدرت سے ان چیزوں کی شکلوں کو بھی بدل سکتے ہیں اور شکلوں کو قائم رکھ کر صفات کو بدل سکتے ہیں، لکڑی کو اژدہا بناسکتے ہیں اور اژدھے کو لکڑی بنا سکتے ہیں۔ اسی طرح ہر شکل پر خواہ ملک ہو یا مال کی، برق کی ہو یا بھاپ کی، ان کا ہی قبضہ ہے اور وہ ہی

تصرف فرماتے ہیں۔ جہاں سے انسان کو تعمیر نظر آتی ہے وہاں سے تخریب لاکر دکھادیں اور جہاں سے تخریب نظر آتی ہے وہاں سے تعمیر لاکر دکھادیں اور سارے ساز وسامان میں پرورش بگاڑ دیں۔

ایمان بالرسالۃ

اللہ جل شانہ کی ذات عالی سے تعلق پیدا ہو جائے اور ان کی قدرت سے براہ راست استفادہ ہو‘ اس کے لئے حضرت محمد ﷺ اللہ کی طرف سے طریقے لے کر آئے ہیں‘ جب ان کے طریقے زندگیوں میں آئیں گے تو اللہ جل شانہ ہر نقشے میں کامیابی دے کر دکھائیں گے۔

ایمان ویقین کا نتیجہ اور اس کی دعوت

’’لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ‘‘ میں اپنے یقین اور اپنے جذبے اور اپنے طریقے کو بدلنے کا مطالبہ ہے‘ صرف یقین کی تبدیلی پر ہی اللہ پاک اس زمین وآسمان سے کئی گنا زیادہ بڑی جنت عطا فرمائیں گے‘ جن چیزوں میں سے یقین نکل کر اللہ کی ذات میں آئے گا‘ ان ساری چیزوں کو اللہ پاک مسخر فرمادیں گے۔ اس یقین کو اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے ایک تو اس یقین کی دعوت دینی ہے‘ اللہ کی بڑائی سمجھانی ہے‘ ان کی ربوبیت سمجھانی ہے‘ ان کی قدرت سمجھانی ہے‘ انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرامؓ کے واقعات سنانے ہیں‘ خود تنہائیوں میں بیٹھ کر سوچنا ہے‘ دل میں اسی یقین کو اتارنا ہے‘ جس کی مجمع میں دعوت دی ہے‘ یہی حق ہے اور پھر رو رو کر دعا مانگنی ہے کہ: اے اللہ! اس یقین کی حقیقت سے نواز دے۔

نماز کا اہتمام اور اس کی دعوت

اللہ جل شانہ کی قدرت سے براہ راست فائدے حاصل کرنے کے لئے نماز

کا عمل دیا گیا ہے۔ سر سے لے کر پیر تک اللہ کی رضا والے مخصوص طریقے پر پابندیوں کے ساتھ اپنے کو استعمال کرو' آنکھوں کا' کانوں کا' ہاتھوں کا' زبان کا اور پیروں کا استعمال ٹھیک ہو۔ دل میں اللہ کا دھیان ہو' اللہ کا خوف ہو' یقین ہو کہ نماز میں اللہ کے حکم کے مطابق میرا ہر استعمال تکبیر و تسبیح' رکوع وسجدہ' ساری کائنات سے زیادہ انعامات دلانے والا ہے۔ اسی یقین کے ساتھ نماز پڑھ کر ہاتھ پھیلا کر مانگا جائے تو اللہ جل شانہ اپنی قدرت سے ہر ضرورت کو پورا کریں گے۔ ایسی نماز پر اللہ پاک گناہوں کو معاف بھی فرمادیں گے۔ رزق میں برکت بھی دیں گے' طاعت کی توفیق بھی ملے گی' ایسی نماز سیکھنے کے لئے دوسروں کو خشوع وخضوع والی نماز کی ترغیب ودعوت دی جائے' اس پر آخرت اور دنیا کے نفعے سمجھائے جائیں۔ حضور ﷺ اور حضرات صحابہؓ کی نماز کو سنانا' خود اپنی نماز کو اچھا کرنے کی مشق کرنا۔ اہتمام سے وضو کرنا' دھیان جمانا' قیام میں' قعدہ میں' رکوع میں' سجدے میں بھی دھیان کم از کم تین مرتبہ جمایا جائے کہ اللہ مجھے دیکھ رہے ہیں' نماز کے بعد سوچا جائے کہ اللہ کی شان کے مطابق نماز نہ ہوئی۔ اس پر رونا اور کہنا کہ: اے اللہ! ہماری نماز میں حقیقت پیدا فرما۔

علم اور ذکر

علم سے مراد یہ ہے کہ ہم میں تحقیق کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ میرے اللہ مجھ سے اس حال میں کیا چاہتے ہیں اور پھر اللہ کے دھیان کے ساتھ اپنے آپ کو اس عمل میں لگا دینا' یہ ذکر ہے۔ جو آدمی دین سیکھنے کے لئے سفر کرتا ہے' اس کا یہ سفر عبادت میں لکھا جاتا ہے۔ اس مقصد کے لئے چلنے والوں کے پیروں کے نیچے ستّر ہزار فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں' زمین و آسمان کی ساری مخلوق ان کے لئے دعائے مغفرت کرتی ہے شیطان پر ایک عالم' ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔ دوسروں میں علم کا شوق پیدا کرنے کی کوشش کی جائے' فضائل سنائے جائیں' خود تعلیم کے حلقوں میں بیٹھا جائے'

علماء کی خدمت میں حاضری دی جائے' اس کو بھی عبادت یقین کیا جائے اور رو رو کر مانگا جائے کہ اللہ جل شانہ علم کی حقیقت عطا فرمادیں۔ ہر عمل میں اللہ جل شانہ کا دھیان پیدا کرنے کے لئے اللہ کا ذکر ہے' جو آدمی اللہ جل شانہ کو یاد کرتا ہے' اللہ جل شانہ اس کو یاد فرماتے ہیں۔ جب تک آدمی کے ہونٹ اللہ کے ذکر میں ملتے رہتے ہیں' اللہ جل شانہ اس کے ساتھ ہوتے ہیں' اللہ پاک اپنی محبت و معرفت عطا فرماتے ہیں' اللہ کا ذکر' شیطان سے حفاظت کا قلعہ ہے۔ خود اللہ جل شانہ کا دھیان پیدا کرنے کے لئے دوسروں کو اللہ کے ذکر پر آمادہ کرنا' ترغیب دینا' خود دھیان جما کر کہ میرے اللہ مجھے دیکھ رہے ہیں ذکر کرنا اور رو رو کر دعا مانگنا کہ: اے اللہ! مجھے ذکر کی حقیقت عطا فرما۔

اکرام مسلم

ہر مسلمان کا بحیثیت رسول اللہ ﷺ کا امتی ہونے کے اکرام بھی کرنا ہے' ہر امتی کے آگے بچھ جانا' ہر شخص کے آگے بچھ جانا۔ ہر شخص کے حقوق کو ادا کرنا اور اپنے حقوق کا مطالبہ نہ کرنا۔ جو آدمی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا' اللہ جل شانہ اس کے کام میں لگے رہتے ہیں' جو اپنے حق کو معاف کردے گا' اللہ جل شانہ اس کو رفعت و بلندی عطا فرمائیں گے' اس کے لئے دوسروں میں ترغیب کے ذریعہ اکرام مسلم کا شوق پیدا کرنا ہے' مسلمان کی قیمت بتانی ہے' حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے اخلاق' ہمدردی اور ایثار کے واقعات سنانے ہیں' خود اس کی مشق کرنی ہے اور رو رو کر اللہ جل شانہ سے حضور ﷺ کے اخلاق کی توفیق مانگنی ہے۔

حسن نیت

ہر عمل میں اللہ جل شانہ کی رضا کا جذبہ ہو' کسی عمل سے دنیا کی طلب یا اپنی حیثیت بتانا مقصود نہ ہو' اللہ کی رضا کے جذبہ سے تھوڑا سا عمل بھی بہت انعامات دلوائے

گا اور اس کے بغیر' بہت بڑے بڑے عمل بھی گرفت کا سبب بنیں گے' اپنی نیت کو درست کرنے کے لئے دوسروں میں دعوت کے ذریعے تصحیح نیت کا فکر وشوق پیدا کیا جائے۔ اپنے آپ پر عمل سے پہلے اور ہر عمل کے دوران' نیت کو درست کرنے کی مشق کی جائے۔ میں اللہ کو راضی کرنے کے لئے یہ عمل کر رہا ہوں اور عمل کی تکمیل پر اپنی نیت کو ناقص قرار دے کر توبہ واستغفار کیا جائے اور رو رو کر اللہ جل شانہ سے اخلاص مانگا جائے۔

اللہ کے راستے کی محنت اور دعا

آج امت میں کسی حد تک انفرادی اعمال کا رواج ہے' گو ان کی حقیقت نکلی ہوئی ہے۔ حضور اقدس ﷺ کی ختم نبوت کے طفیل پوری امت کو دعوت والی محنت ملی تھی' اس کے بندوں کا تعلق اللہ جل شانہ سے قائم ہو جائے' اس کے لئے انبیا علیہم السلام والے طرز پر اپنی جان و مال کو جھونک دینا اور جن میں محنت کر رہے ہیں ان سے کسی چیز کا طالب نہ بننا' اس کے لئے ہجرت بھی کرنا اور نصرت بھی کرنا۔ جو زمین والوں پر رحم کرتا ہے آسمان والا اس پر رحم کرتا ہے' جو دوسروں کا تعلق اللہ جل شانہ سے جوڑنے کے لئے ایمان وعمل صالح کی محنت کریں گے' اللہ جل شانہ ان کو سب سے پہلے ایمان وعمل صالح کی حقیقتوں سے نواز کر اپنا تعلق عطا فرمائیں گے۔ اس راستے میں ایک صبح یا ایک شام کا نکلنا پوری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے (باعتبار مال کے بھی اور باعتبار چیزوں کے بھی) اس سب سے بہتر ہے۔ اس میں ہر مال کے خرچ اور اللہ کا ہر ذکر و تسبیح اور ہر نماز کا ثواب سات لاکھ گنا ہو جاتا ہے۔ اس راستے میں محنت کرنے والوں کی دعائیں بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام کی دعاؤں کی طرح قبول ہوتی ہیں' یعنی جس طرح ان کی دعاؤں پر اللہ جل شانہ نے ظواہر کے خلاف اپنی قدرت کو استعمال فرما کر ان کو کامیاب فرمایا اور باطل خاکوں کو توڑ دیا۔ اسی طرح اس محنت کے کرنے والوں کی

دعاؤں پر اللہ جل شانہ ظواہر کے خلاف اپنی قدرت کے مظاہرے فرمائیں گے اور اگر عالمی بنیاد پر محنت کی گئی' تو تمام اہل عالم کے قلوب میں ان کی محنت کے اثر سے تبدیلیاں لائیں گے۔ دین کے دوسرے اعمال کی طرح ہمیں یہ محنت بھی کرنی نہیں آتی' دوسروں کو اس محنت کے لئے آمادہ کرنا ہے' اس کی اہمیت اور قیمت بتانی ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرامؓ کے واقعات سنانے ہیں' خود اپنے آپ کو قربانی کی شکلوں اور ہجرت ونصرت والے اعمال میں لگانا ہے۔ صحابہ کرامؓ ہر حال میں اللہ کی راہ میں نکلے ہیں' نکاح کے وقت اور رخصتی کے وقت گھر میں ولادت کے موقع پر اور وفات کے موقع پر' سردی میں' گرمی میں' بھوک میں' فاقے میں' صحت میں' بیماری میں' ضعف میں' جوانی اور بڑھاپے میں بھی نکلے ہیں اور رو رو کر اللہ جل شانہ سے مانگنا ہے کہ ہمیں اس عالی محنت کے لئے قبول فرمائے۔

مسجدوں میں کرنے کے کام

ان چیزوں سے مناسبت پیدا کرنے کے لئے ہر شخص سے خواہ کسی شعبے سے متعلق ہو چار ماہ کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ اپنے مشاغل ساز و سامان اور گھربار سے نکل کر ان چیزوں کی دعوت دیتے ہوئے اور خود مشق کرتے ہوئے ملک بہ ملک' اقلیم بہ اقلیم' قوم بہ قوم قریہ بہ قریہ پھریں گے' حضور اقدس ﷺ نے ہر امتی کو مسجد والا بنایا تھا' مسجد کے کچھ مخصوص اعمال دیئے تھے' ان اعمال سے مسلمانوں کا زندگی میں امتیاز تھا' مسجد میں اللہ کی بڑائی کی' ایمان کی اور آخرت کی باتیں ہوتی تھیں' اعمال سے زندگی بننے کی باتیں ہوتی تھیں' عملوں کے ٹھیک کرنے کے لئے تعلیمیں ہوتی تھیں۔ ایمان و عمل صالح کی دعوت کے لئے ملکوں اور علاقوں میں جانے کی تشکیلیں بھی مسجد سے ہی ہوتی تھیں۔ اللہ کے ذکر کی مجلسیں مسجدوں میں ہوتی تھیں۔ یہاں تعاون' ایثار اور ہمدردیوں کے اعمال ہوتے تھے۔ ہر شخص' حاکم' محکوم' مالدار' غریب' تاجر' زارع' مزدور مسجد میں آکر زندگی سیکھتا تھا

اور باہر جا کر اپنے اپنے شعبے میں مسجد والے تأثر سے چلتا تھا۔ آج ہم دھوکے میں پڑ گئے کہ ہمارے پیسے سے مسجد چلتی ہے، مسجدیں اعمال سے خالی ہوگئیں اور چیزوں سے بھر گئیں۔ حضور ﷺ نے مسجد کو بازار والوں کے تابع نہیں کیا۔ حضور ﷺ کی مسجد میں نہ بجلی تھی نہ پانی تھا، نہ غسل خانے تھے، خرچ کی کوئی شکل نہ تھی، مسجد میں آکر داعی بنتا تھا، معلم اور متعلم بنتا تھا، ذاکر بنتا تھا، نمازی بنتا تھا، مطیع بنتا تھا، متقی زاہد بنتا تھا، خلیق بنتا تھا، باہر جا کر ٹھیک زندگی گزارتا تھا مسجد بازار والوں کو چلاتی تھی، ان چار ماہ میں ہر جگہ جا کر مسجدوں میں ہر امتی کو لانے کی مشق کریں، مسجد والے اعمال کو سیکھتے ہوئے دوسروں کو یہ محنت سیکھنے کے لئے تین چلوں کے واسطے آمادہ کریں۔

مقامی گشت واجتماع

واپس اپنے مقام پر آکر اپنی بستی کی مسجد میں ان اعمال کو زندہ کرنا ہے، ہفتہ میں دو مرتبہ گشت کے ذریعہ بستی والوں کو جمع کر کے انہی چیزوں کی طرف متوجہ کرنا اور مشق کے لئے فی گھر ایک نفر، تین چلوں کے لئے باہر نکلنا ہے۔ ایک گشت اپنی مسجد کے ماحول میں اور دوسرا گشت دوسری مسجد کے ماحول میں کریں۔ ہر مسجد میں مقامی جماعت بھی بنائیں۔ ہر مسجد کے احباب روزانہ فضائل کی تعلیم کریں۔

ہر مہینہ کی سہ روزہ جماعت

اپنے شہر یا بستی کے قریب دیہات میں کام کی فضا بنے، اس کے لئے ہر مسجد سے تین یوم کے لئے جماعتیں پانچ کوس کے علاقے میں جائیں، ہر دوست مہینے میں تین یوم پابندی سے لگائے۔ ''الحسنة بعشر امثالها'' کے مصداق تین دن پر حکماً تیس دن کا ثواب ملے گا، پورے سال ہر مہینے تین دن لگائے تو سارا سال اللہ کی راہ میں شمار ہوگا۔ اندرون ملک کے تقاضے پورے ہوتے رہیں اور اپنی مشق قائم رہے اور جاری رہے۔

چلہ اور تین چلے لگانا اور ان کی دعوت دینا

ہر سال اہتمام سے چلہ لگایا جائے' عمر میں کم از کم تین چلے' سال میں چلہ' مہینے میں تین یوم' ہفتہ میں دو گشت' روزانہ تعلیم' تسبیحات' تلاوت یہ کم سے کم نصاب ہے کہ ہماری زندگی دین والی بنتی رہے۔ اگر ہم یوں چاہیں کہ ہم سبب بنیں اجتماعی طور پر پوری انسانیت کی زندگی کے صحیح رخ پر آنے اور باطل کے ٹوٹنے کا' تو اس کے لئے اس نصاب سے بھی آگے بڑھنا ہوگا' ہمارے وقت اور ہماری آمدنی کا نصف اللہ کی راہ میں لگے اور نصف کاروبار اور گھر کے مسائل میں یا کم از کم یہ کہ ایک تہائی وقت و آمدنی اللہ کی راہ میں اور دو تہائی اپنے مشاغل میں۔ یعنی ہر سال چار ماہ کی ترتیب بٹھائی جائے۔

آپ حضرات عمر میں کم از کم تین چلوں کی دعوت خوب جم کر دیں' اس میں بالکل نہ گھبرائیں' اس کے بغیر زندگیوں کے رخ نہ بدلیں گے۔ جن احباب نے خود ابھی تین چلے نہ دیئے ہوں وہ بھی اس نیت سے خوب جم کر دعوت دیں کہ اللہ جل شانہ اس کے لئے ہمیں قبول فرمالے۔

گشت اور اس کی اہمیت

گشت کا عمل اس کام میں ریڑھ کی ہڈی کی سی اہمیت رکھتا ہے' اگر یہ عمل صحیح ہوگا تو قبول ہوگا۔ دعوت قبول ہوگی' دعا قبول ہوگی' ہدایت آئے گی اور گشت قبول نہ ہوا تو دعوت قبول نہ ہوگی' دعوت قبول نہ ہوئی' دعا قبول نہ ہوگی' دعا قبول نہ ہوئی' ہدایت نہیں آئے گی۔

گشت کا موضوع اور دعوت

گشت کا موضوع یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے ہماری دنیا اور آخرت کے مسائل کا حل حضرت محمد ﷺ کے طریقے پر زندگی گزارنے میں رکھا ہے۔ ان کے طریقے

ہماری زندگیوں میں آجائیں۔اس کے لئے محنت کی ضرورت ہے۔اس محنت پر بستی والوں کوآمادہ کرنے کے لئے گشت کے لئے مسجد میں جمع کرنا ہے۔نماز کے بعد اعلان کر کے لوگوں کو روکا جائے۔اعلان بستی کا کوئی بااثر آدمی یا امام صاحب کریں تو زیادہ مناسب ہوگا۔وہ ہم کو کہیں تو ہمارے ساتھی کر دیں۔

گشت کے آداب کا بیان

پھر گشت کی اہمیت ضرورت اور قیمت بتائی جائے' اس کے لئے آمادہ کیا جائے۔جو تیار ہوں ان کو اچھی طرح آداب سمجھائیں' اللہ کا ذکر کرتے ہوئے چلنا ہے' نگاہیں نیچی ہوں' ہمارے تمام مسائل کا تعلق اللہ جل شانہ کی ذات سے ہے' ان بازار میں پھیلی ہوئی چیزوں سے کسی مسئلے کا تعلق نہیں' چیزوں پر نگاہ نہ پڑے' دھیان نہ جائے' اگر نگاہ پڑ جائے تو مٹی کے ڈلے معلوم ہوں۔ہمارا دل اگر ان چیزوں کی طرف پھر گیا تو پھر ہم جن کے پاس جا رہے ہیں ان کا دل ان چیزوں سے اللہ کی طرف کیسے پھرے گا۔قبر کا داخلہ سامنے ہو' اسی زمین کے نیچے جانا ہے' مل جل کر چلیں' ایک آدمی بات کرے۔ کامیاب ہے وہ بات کرنے والا جو مختصر بات کر کے آدمی کو مسجد میں بھیج دے۔

بھائی! ہم مسلمان ہیں' ہم نے کلمہ لا الہٰ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا ہے۔ہمارا یقین ہے کہ اللہ پالنے والے ہیں۔نفع ونقصان' عزت وذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اگر ہم اللہ کے حکم پر حضرت محمد ﷺ کے طریقے پر زندگی گزاریں گے' اللہ راضی ہو کر ہماری زندگی بنا دیں گے۔ہم سب کی زندگی اللہ جل شانہ کے حکم کے مطابق حضرت محمد ﷺ کے طریقے پر آجائے' اس کے لئے بھائی مسجد میں کچھ فکر کی بات ہو رہی ہے۔ نماز پڑھ چکے ہوں تو بھی اٹھا کر مسجد میں بھیجدیں' ضرورت ہو تو آگے نماز کو بھی مسجد میں فوری جانے کا عنوان بنالیں۔

اللہ کا سب سے بڑا حکم نماز ہے' نماز پڑھیں گے' اللہ روزی میں برکت دے

گا، گناہوں کو معاف فرمادیں گے، دعاؤں کو قبول فرمالیں گے، بشارتیں سنائی جائیں، وعیدیں نہیں۔ نماز کا وقت جا رہا ہے، مسجد میں چلئے، امیر کی اطاعت کرنی ہے، واپسی میں استغفار کرتے ہوئے آنا ہے۔

گشت کا طریقہ

اب آداب کا مذاکرہ کرنے کے بعد دعا مانگ کر چل دیں، گشت میں دس آدمی جائیں، مسجد کے قریب مکانات پر گشت کرلیں، مکانات نہ ہوں تو بازار میں گشت کرلیں، جماعت میں زیادہ آدمی ایسے ہوں جو گشت میں اصولوں کی پابندی کرلیں، مسجد میں دو تین آدمی چھوڑ دیں، نئے آدمی زیادہ تیار ہو جائیں تو ان کو بھی سمجھا کر مسجد میں مشغول کردیں، نئے آدمی تین چار ساتھ ہوں، مسجد میں ایک ساتھی اللہ جل شانہ کی طرف متوجہ ہوکر ذکر ودعا میں مشغول رہے۔ ایک آنے والوں کا استقبال کرے۔ ضرورت ہو تو وضو کروا کر نماز پڑھوادے اور ایک ساتھی آنے والوں کو نماز تک مشغول رکھے۔ اپنی زندگی کا مقصد سمجھائے، پونے گھنٹے گشت ہو۔ نماز سے سات آٹھ منٹ پہلے گشت ختم کردیں، سب تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز میں شریک ہوں۔

اجتماع میں دعوت

جس ساتھی کے بارے میں مشورہ ہو جائے وہ دعوت دے، یہ سمجھائے کہ اللہ جل شانہ کی ذات عالی سے تعلق قائم ہوا تو دنیا اور آخرت میں کیا نفع ہوگا اور اگر اللہ جل شانہ کی ذات عالی سے تعلق قائم نہ ہوا تو دنیا وآخرت میں کیا نقصان ہوگا، جیسے اس خط کے شروع میں چھ نمبروں کا تذکرہ کیا ہے، اس طرز پر ہر نمبر کا مقصد اس کا نفع اور قیمت اور حاصل کرنے کا طریقہ بتایا جائے، سادہ انداز میں بیان ہو، اس سے انشاء اللہ مجمع کی سمجھ میں کام آئے گا اور اس کی ضرورت بھی محسوس کرے گا اور سمجھے گا کہ ہم بھی

سیکھ سکتے ہیں' ہمارے ساتھی بھی دعوت میں اہتمام سے جم کر بیٹھیں' متوجہ ہو کر اور محتاج بن کر سنیں' جو بات کہہ رہا ہے ہم اپنے دل میں کہیں کہ ''حق ہے'' اس سے دل میں ایمان کی لہریں اٹھیں گی اور عمل کا جذبہ بنے گا۔ تین چلوں کی بات جم کر رکھی جائے' نقد نام لئے جائیں' اس کے بعد چلوں کے لئے وقت لکھوائے جائیں اور پھر جو جس وقت کے لئے تیار ہو جائے اس کو قبول کر لیا جائے۔

مطالبہ اور تشکیل

مطالبہ اور تشکیل کے وقت محنت ساری دعوت کا مغز بنتی ہے' اگر مطالبوں پر جم کر محنت نہ ہوئی تو پھر کام کی باتیں رہ جائیں گی اور قربانی وجود میں نہ آئے گی تو کام کی جان نکل جائے گی' دعوت دینے والا ہی مطالبہ کرے' ایک آدمی کھڑے ہو کر نام لکھے' نام لکھنے والا مستقل تقریر شروع نہ کرے' ایک دو جملے ترغیبی کہہ سکتا ہے' پھر آپس میں ایک دوسرے کو آمادہ کرنے کو کہا جائے۔ فکر کے ساتھ اپنے قریب بیٹھنے والوں کو تیار کریں' اعذار کا دل جوئی اور ترغیب کے ساتھ حل بتائیں' نبیوں اور صحابہؓ کی قربانیوں کے قصوں کی طرف اشارے کریں اور پھر آمادہ کریں' آخر میں مقامی جماعت بنا کر ان کے ہفتے کے دو گشت روزانہ تعلیم' تسبیحات' مہینے کے تین یوم وغیرہ کا نظم طے کرائیں۔

دعوت کا انداز

دعوت میں انبیا علیہم السلام اور صحابہ کرامؓ کے ساتھ اللہ جل شانہ نے جو مددیں فرمائیں ہیں وہ تو بیان کی جائیں اور جو ہمارے ساتھ مددیں ہوئیں ان کو بیان نہ کیا جائے۔ دعوت میں فضائے حاضرہ کی باتیں نہ کی جائیں۔ امت میں جو ایمانی' عملی' اخلاقی کمزوریاں آچکی ہیں' ان کے تذکرے سے بہتر ہے کہ اصلی خوبیوں کی طرف یعنی جو بات پیدا ہونی چاہئے اس کی طرف متوجہ کریں۔

تعلیم

تعلیم میں دھیان، عظمت، محبت، ادب اور توجہ کے ساتھ بیٹھنے کی مشق کی جائے، سہارا نہ لگایا جائے۔ باوضو بیٹھنے کی کوشش ہو، طبیعت کے بہانوں کی وجہ سے تعلیم کے دوران نہ اٹھا جائے۔ باتیں نہ کی جائیں، اگر اس طرح بیٹھیں گے تو فرشتے اس مجلس کو ڈھانک لیں گے، اہل مسجد میں طاعت کا مادہ پیدا ہوگا۔ عظمت کی مشق سے حدیث پاک کا وہ نور دل میں آئے گا جس پر عمل کی ہدایت ملتی ہے۔ بیٹھتے ہی آداب اور مقصد کی طرف متوجہ کیا جائے، مقصد یہ ہے کہ ہمارے اندر دین کی طلب پیدا ہوجائے، فضائل قرآن مجید پڑھ کر تھوڑی دیر کلام پاک کی ان سورتوں کی تجوید کی مشق کی جائے جو عموماً نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں، التحیات، دعائے قنوت وغیرہ کا مذاکرہ وتصحیح اجتماعی تعلیم میں نہ ہو، انفرادی سیکھنے سکھانے میں ان کی تصحیح کریں، اللہ پاک توفیق دیں تو ہر کتاب میں سے تین چار صفحے پڑھے جائیں۔ تعلیم میں اپنی طرف سے تقریر نہ ہو، حدیث شریف پڑھنے کے بعد دو تین جملے ایسے کہہ دیئے جائیں کہ اس عمل کا جذبہ وشوق ابھر آئے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم کی تالیف فرمودہ، فضائل قرآن مجید، فضائل نماز، فضائل تبلیغ، فضائل ذکر، فضائل صدقات، حصہ اول ودوم، فضائل رمضان، فضائل حج (ایام حج ورمضان میں) اور مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی دام مجدہ کی ''مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج'' صرف یہ کتابیں ہیں جن کو اجتماعی تعلیم میں پڑھنا اور سننا ہے اور تنہائیوں میں بیٹھ کر بھی ان کو پڑھنا ہے۔ کتابوں کے بعد چھ نمروں کا مذاکرہ ہو۔ ساتھیوں سے نمبر بیان کرائے جائیں۔ جب تعلیم شروع کی جائے تو اپنے میں سے دو ساتھیوں کو تعلیم کے گشت کے لئے بھیج دیا جائے۔ ۱۵-۲۰ منٹ بعد وہ ساتھی آجائیں تو دوسرے دو ساتھی چلے جائیں۔ اس طرح بستی والوں کو تعلیم میں شریک کرنے کی کوشش ہوتی رہے۔ باہر نکلنے

کے زمانے میں روزانہ صبح اور بعد ظہر دونوں وقت تعلیم دو تین گھنٹے کی جائے اور اپنے مقام پر روزانہ اسی ترتیب سے ایک گھنٹے تعلیم ہو یا ابتداء، جتنی دیر احباب جڑ سکیں۔

مشورہ

کام کے تقاضوں کو سوچنے، ان کی ترتیب قائم کرنے، ان تقاضوں کو پورا کرنے کی شکلیں بنانے میں اور جو احباب اوقات فارغ کریں ان کی مناسب تشکیل میں اور جو مسائل ہوں ان کے لئے احباب کو مشورہ میں جوڑا جائے، اللہ جل شانہ کے دھیان اور فکر کے ساتھ دعائیں مانگ کر مشورہ میں بیٹھیں۔ مشورے میں اپنی رائے پر اصرار اور عمل کرانے کا جذبہ نہ ہو، اس سے اللہ کی مددیں ہٹ جاتی ہیں۔ جب رائے طلب کی جائے امانت سمجھ کر جو بات اپنے دل میں ہو کہہ دی جائے۔ رائے رکھنے میں نرمی ہو، کسی ساتھی کی رائے سے تقابل کا طرز نہ ہو۔ میری رائے میں میرے نفس کے شرور شامل ہیں، یہ دل کے اندر خیال ہو، اگر فیصلہ کسی دوسری رائے پر ہو گیا تو اس کی خوشی ہو کہ میرے شرور سے حفاظت ہو گئی اور اگر اپنی رائے پر فیصلہ ہو جائے تو خوف اور زیادہ دعائیں مانگی جائیں۔ ہمارے ہاں فیصلے کی بنیاد کثرت رائے نہیں ہے اور ہر معاملہ میں ہر ایک سے رائے لینا بھی ضروری نہیں ہے۔ دل جوئی سب کی ضروری ہے۔ امیر کو اس بات کا یقین ہو کہ ان احباب کی فکر اور مل کر بیٹھنے کی برکت سے اللہ جل شانہ صحیح بات کھول دیں گے۔ امیر اپنے آپ کو مشورے کا محتاج سمجھے۔ رائے لینے کے بعد غور و فکر سے جو مناسب سمجھ میں آتا ہو وہ کہہ دے، بات اس طرح رکھے کہ کسی کی رائے کا استخفاف نہ ہو، اگر طبیعتیں مختلف ہوں تو اس بات پر شوق و رغبت کے ساتھ آمادہ کر لے اور ساتھی امیر کی بات پر ایسے شوق سے چلیں جیسے کہ ان کی ہی رائے طے پائی ہے، اسی میں تربیت ہے، اگر اس کے بعد عملاً ایسی شکل نظر آئے کہ ہماری رائے ہی زیادہ مناسب تھی پھر بھی ہرگز طعنہ نہ دیا جائے یا اشارہ کنایہ بھی نہ کیا جائے۔ اسی میں

خیر کا یقین کیا جائے۔ جو امیروں کو طعنہ دے' اس کے لئے سخت وعید آئی ہے۔

ہفتہ واری اجتماع

جب محلوں کی مساجد میں ہفتوں کے دو گشتوں کے ذریعے فی گھر ایک آدمی تین چلے کے لئے نکلنے کی آواز لگ رہی ہو گی' نکالنے کی کوششیں ہو رہی ہوں گی تو شب جمعہ کا اجتماع صحیح نہج پر ہو گا اور کام کے بڑھنے کی صورتیں بنیں گی۔ جمعرات کو عصر کے وقت سے محلوں کی مساجد کے احباب اپنی اپنی جماعتوں کی صورت میں بستر اور کھانا ساتھ لے کر اجتماع کی جگہ پر پہنچیں' مشورے سے ایسے احباب سے عموماً دعوت دلوائی جائے جو محنت کے میدان میں ہوں اور جن کی طبیعت پر کام کے تقاضے غالب ہوں' بہت ہی فکر و اہتمام سے تشکیلیں کی جائیں' اگر اوقات وصول نہ ہوں تو رات کو بھی محنت کی جائے۔ رو رو کر مانگا جائے۔ صبح کو جماعتوں کی تشکیل کر کے ہدایات دے کر روانہ کیا جائے۔ تین دن کی محلوں سے تیار ہو کر آئی ہوئی جماعتیں عموماً سات آٹھ میل تک بھیجی جائیں۔ ہر شب جمعہ سے تین چلوں اور چلوں کی جماعتوں کے نکلنے کا رخ پڑنا چاہئے' اگر شب جمعہ میں خدانخواستہ سب تقاضے پورے نہ ہو سکے تو سارے ہفتے اپنے محلوں میں' پھر اس کے لئے کوشش کی جائے اور آئندہ شب جمعہ میں محلوں سے تقاضوں کے لئے لوگوں کو تیار کر کے لایا جائے۔

کام کی نزاکت اور اس کا علاج

بھائی دوستو! یہ کام بہت نازک ہے' حضور اقدس ﷺ نے ایک محنت فرمائی' اس محنت سے سارے انسانوں کی ساری زندگی کے کمانے' کھانے' بیاہ شادی میل ملاقات اور عبادات' معاملات وغیرہ کے طریقوں میں مکمل تبدیلیاں آئیں تو آپ نے خود اس محنت کے کتنے طریقے بتلائے ہوں گے' ہمیں ابھی یہ کام کرنا نہیں آتا اور نہ

ابھی حقیقی کام شروع ہوا ہے۔ کام اس دن شروع ہوگا جب ایمان ویقین' اللہ کی محبت' اللہ کے دھیان' آخرت کی فکر' اللہ کے خوف وخشیت' زہد وتقویٰ سے بھرے ہوئے لوگ حضور ﷺ کے عالی اخلاق سے مزین ہوکر اللہ کی رضا کے جذبے سے مخمور ہوکر اللہ کی راہ میں جان دینے کے شوق سے کھنچے کھنچے پھریں گے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

''اللہ رحم کرے حضرت خالدؓ پر اس کے دل کی تمنا صرف یہ تھی کہ حق اور حق والے چمک جائیں اور باطل اور باطل والے مٹ جائیں اور کوئی تمنا ہی نہ تھی''۔

ابھی جو ہم کو کام کی برکتیں نظر آرہی ہیں' وہ کام شروع ہونے سے پہلے کی برکتیں ہیں۔ جیسے حضور اقدس ﷺ کی ولادت کے وقت سے ہی برکتوں کا ظہور شروع ہوا تھا' لیکن اصل کام اور اصل برکتیں چالیس سال بعد شروع ہوئیں۔ ابھی تو اس کے لئے محنت ہورہی ہے کہ کام کرنے والے تیار ہوجائیں۔ اللہ جل شانہ کام ان سے لیں گے اور ہدایت پھیلنے کا ذریعہ ان کو بنائیں گے جن کی زندگی اپنی دعوت کے مطابق بدلے گی' جن کی زندگیوں میں تبدیلی نہ آئے گی' اللہ جل شانہ ان سے اپنے دین کا کام نہ لیں گے' یہ نبیوں والا کام ہے۔

اصول اور صحبت

اس کام میں اگر اپنے آپ کو اصول سیکھنے کا محتاج نہ سمجھا گیا اور اصولوں کے مطابق کام نہ ہوا تو سخت فتنوں کا خطرہ ہے' حضور اکرم ﷺ نے جب باہر ملکوں میں کام شروع کرنے کا ارادہ فرمایا تو پہلے تمام صحابہ کرامؓ کو تین دن تک ترغیب دی اور پھر فرمایا کہ: جس طرز پر یہاں کام ہو' بالکل اسی طرز پر باہر جاکر بھی کام کرنا ہے۔ اس کام کی نوعیت یہی ہے۔ مقام' زبان' معاشرت موسم وغیرہ کے اعتبار سے اس کام کے اصول نہیں بدلتے' اس کام کی نہج اور اصولوں کو سیکھنے اور ان پر قائم رہنے کے لئے اس فضا میں آنا اور بار بار آتے رہنا انتہائی ضروری ہے' جہاں حضرتؒ (مولانا محمد الیاسؒ) نے

جان کھپائی تھی اوران کے ساتھ اختلاط بھی بہت ضروری ہے جو اس جد وجہد میں حضرتؒ کے ساتھ تھے اور جب سے اب تک اس فضا میں اور کام میں مسلسل لگے ہوئے ہیں' اس کے بغیر کام کا اپنے نہج اور اصولوں پر قام رہنا بظاہر ممکن نہیں' اس لئے اپنے کام کرنے والے احباب کو ایسی فضا میں اہتمام سے نوبت بہ نوبت بھیجتے رہیں۔

نقشوں کے بجائے مجاہدہ

تمام انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے زمانے میں کسی نہ کسی نقشے کے مقابلہ پر آئے اور بتایا کہ کامیابی کا اس نقشے سے بالکل تعلق نہیں ہے۔ کامیابی کا تعلق براہ راست اللہ جل شانہ کی ذات عالی سے ہے۔ اگر عمل ٹھیک ہوں گے۔ اللہ جل شانہ چھوٹے نقشے میں بھی کامیاب کردیں گے اور عمل خراب ہوں گے اللہ جل شانہ بڑے سے بڑے نقشے کو توڑ کرنا کام کر کے دکھائیں گے۔ کامیاب ہونے کے لئے اس نقشے میں عمل ٹھیک کرو' ہر نبی نے اپنے رائج الوقت نقشے کے مقابلے پر محنت کی اور حضرت محمد ﷺ تمام اکثریت' حکومت' مال' زراعت اور صنعت کے نقشوں کے مقابلے پر تشریف لائے' آپ کی محنت ان نقشوں سے نہیں چلی' آپ کی محنت' مجاہدوں اور قربانیوں سے چلی ہے' باطل تعیش کے نقشے سے پھیلتا ہے تو حق تکلیفیں اٹھانے سے پھیلتا ہے' باطل ملک و مال سے چمکتا ہے تو حق فقر و غربت کی مشقتوں میں چمکتا ہے' جتنے فتنے ملک و مال اور تعیش کی بنیاد پر لائے جارہے ہیں ان کا توڑ حق کے لئے فقر و غربت اور تکالیف برداشت کرنے میں ہے' اب اس کام کے ذریعہ امت میں مجاہدہ اور قربانی کی استعداد پیدا کرنی ہے۔ اس کام کے لئے بہت بڑا خطرہ یہ ہے کہ اس کو نقشوں پر منحصر کردیا جائے' اس سے کام کی جان نکل جائے گی۔ اس کام کی حفاظت اس میں ہے کہ کام کرنے والے اس کام کے لئے تمام میسر نقشوں کو بھی قربان کرتے ہوئے مجاہدے والی شکلوں کو قائم رکھیں اور کسی صورت میں مجاہدے والی شکلوں کو ختم نہ ہونے دیں۔ غریبوں میں

اپنی محنت کو بڑھایا جائے، پیدل جماعتیں چلائی جائیں، لوگ آئیں گے کہ یہ ہمارا پیسہ دین کے کام میں خرچ کر لیجئے، پھر نقشہ کی قربانی دینی ہوگی، کہہ دیجئے کہ جناب یہاں اس کام میں خرچ کرنے کا صحیح اور پاک طریقہ وجذبہ سکھایا جاتا ہے، پھر محل تلاش کر کے خود ہی خرچ کر دیجئے گا۔ یہاں تو طریق سیکھ لیجئے۔

اس کام کی تعمیم کے لئے رواجی طریقوں، اخبار، اشتہار، پریس وغیرہ اور رواجی الفاظ سے بھی پورے پرہیز کی ضرورت ہے، یہ کام سارا غیر رواجی ہے، رواجی طریقوں سے رواج کو تقویت پہنچے گی، اس کام کو نہیں۔

اصل کام کی شکلیں، دعوت، گشت، تعلیم، تشکیل وغیرہ ہیں، مشوروں کی ضرورت ہو تو مناسب دوستوں کو الگ کر کے مشورہ کر لیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ مشورہ کرنے والوں کا کسی موقع پر عمومی اعمال سے جوڑ نہ رہے۔

کالج کے طلباء میں دعوتی کام

کالجوں کے طلباء میں اس کام کو اٹھایا جائے، ہوسٹلوں میں مقامی کام کے لئے جماعتیں بنائی جائیں۔ ایک گشت ہوسٹل والے اپنے ہوسٹل میں کریں۔ قریب کے محلوں کی جماعتیں بھی ہوسٹلوں میں جا کر گشت کریں۔ ہوسٹل والے احباب اپنی روزانہ تعلیم اور مہینے میں تین یوم کی ترتیب بھی اٹھائیں۔

مستورات میں کام کی نوعیت

مستورات میں کام کی نزاکتیں اور بھی زیادہ ہیں، جبکہ بے پردگی کا احتمال ہو، عام اجتماعات میں مستورات کو بالکل نہ لایا جائے، اپنے اپنے محلّہ میں کسی پردہ دار مکان میں قریب قریب کے مکانات سے عورتیں کسی روز جمع ہو کر تعلیم کر لیا کریں، اس کی ابتداء اس طرح کریں کہ مرد جو بات اجتماعات، دعوت، تعلیم وغیرہ سے سن کر جائیں،

اپنے گھر والوں کو سنائیں' اس سے انشاء اللہ تھوڑے عرصے میں ذہن بننا شروع ہو جائے گا' پھر محلوں میں تعلیم شروع ہونے کے بعد ایسا ہو سکتا ہے کہ سارے شہر کی مستورات کا ہفتے میں ایک ایسی جگہ اجتماع ہو جہاں پردہ کا اہتمام ہو' وہاں تعلیم کے بعد پھر کوئی آدمی پردے کے ساتھ بیان کرے۔ کبھی کبھی ایک یوم یا تین یوم کے لئے قرب وجوار کے لئے جماعتیں بنائی جائیں' مستورات کی جماعت کے ساتھ ان کے خاوند ہوں' ورنہ عورت کے ساتھ اس کا شرعی محرم ساتھ ہو' پردے کے ساتھ جائیں' پردہ دار مکان میں ٹھہریں' مرد مسجد میں ٹھہریں' مرد مسجد میں ٹھہر کر کام کریں۔

آخری بات

حضور اقدس ﷺ نے جن مقامات سے محنت اٹھائی تھی' انہی مقامات کے لوگوں کو اس محنت پر اٹھانے اور انہی راستوں سے اللہ کی راہ کی ملکوں والی نقل وحرکت کے زندہ ہونے کا ذریعہ یہ عمرے کا سفر بن سکتا ہے' ہر جگہ کے پرانوں سے اختلاط اور اس کام میں یک جہتی پیدا ہونے اور اصولوں کے تفصیل سے سامنے آنے کا یہ بہترین موقع ہے۔

یہ خط کچھ اصول لکھنے کی کوشش میں طویل ہو گیا' آپ حضرات اس کے ہر جز اور ہر لفظ کو غور سے پڑھنے کی کوشش فرمائیں گے تو انشاء اللہ بہت زیادہ نفع کی توقع ہے' آپ حضرات اپنے یہاں کے حالات سے ہر پندرھویں روز مطلع فرما دیا کریں تو ہمیں تقویت ہوتی رہے' تمام احباب کو سلام مسنون۔ فقط والسلام بند محمد یوسف غفرلہ۔

راہِ خدا میں نکلنے والی تبلیغی جماعتوں کو

الوداعی پیغام وہدایات

مولانا محمد یوسف صاحب ہر اجتماع کے خاتمہ پر ایک جامع ہدایت نامہ رخصت ہونے والی جماعتوں کے سامنے پیش کرتے اور دیر تک تفصیلی ہدایات پر تقریر فرماتے، گویا یہ مولانا کی آخری تقریر ہوتی، اس کے بعد دعا فرماتے، مولانا نے بے شمار اجتماعات میں ہدایات پر مشتمل تقریریں فرمائی ہیں جن کا احاطہ کرنا مشکل بھی ہے اور تحصیل حاصل بھی، اندازہ کرنے کے لئے صرف ایک اجتماع کے ختم پر جو ہدایات فرمائی تھیں، وہ پیش کی جاتی ہیں۔

یہ اجتماع مگراہاٹ میں (جو کلکتے کے نواح میں واقع ہے) ہوا تھا۔ آخری دن جب جماعتوں کی تشکیلیں مکمل ہوگئیں اور جماعتوں کے رخصت ہونے کا وقت آیا تو مولانا نے حسب معمول آخری اور الوداعی تقریر فرمائی جو ساری کی ساری ہدایات پر مشتمل تھی، مولانا منظور صاحب نعمانی نے اس تقریر کو اشارات میں قلم بند کرلیا تھا اور بعد میں مرتب کرلیا تھا، مولانا موصوف کا کہنا ہے:

''اس میں جو کچھ ہے وہ مضمون کی حد تک حضرت مولانا مرحوم کا ہے لیکن الفاظ کے بارے میں یہ بات نہیں کہی جاسکتی''۔

راقم سطور نے اس تقریر میں ضمنی عنوانات لگادیئے ہیں تاکہ تقریر کے سارے حصے بآسانی سمجھ میں آجائیں اور ذہن نشین ہونے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے۔

خطبۂ مسنونہ کے بعد مولانا نے فرمایا:

''آفتاب نورانی ہے۔ اس کے اندر نور ہے، وہ اپنے نور کے ساتھ چکر لگاتا ہے تو دنیا میں نور پھیلاتا ہے۔ اگر بجائے نورانی کے وہ خود ظلماتی ہوتا اور اس میں نور

کے بجائے ظلمت ہوتی تو وہ دنیا میں ظلمت پھیلانے کا ذریعہ بنتا۔ آپ لوگ اپنے گھر چھوڑ کر نکل رہے ہیں اور دور قریب کی دنیا میں پھریں گے۔ اگر آپ میں نور ہو گا تو آپ کے ذریعے نور پھیلے گا اور اگر آپ کے اندر ظلمت ہو گی تو وہی ظلمت پھیلے گی' اس لئے آپ کو کوشش کرنی ہے کہ آپ کے اندر نور رہو اور آپ خود نورانی بنیں۔ کسی انسان کی ذات میں نور نہیں ہے۔ نور والے اعمال سے انسان میں نور آتا ہے' اس لئے آپ لوگوں کو نور والے اعمال کرنے ہیں تا کہ آپ کے اندر نور آئے اور آپ کے ذریعے نور پھیلے اور ظلمت والے اعمال سے اپنے آپ کو بچانا ہے تا کہ آپ ظلمت پھیلنے کا ذریعہ نہ بنیں۔

نور والے اعمال

نور والے اعمال وہ محمدی اعمال ہیں جو اللہ کی رضا کے لئے کئے جائیں۔ ان اعمال کو اتنی کثرت سے اور تسلسل اور یکسوئی کے ساتھ کرنے کی ضرورت ہے کہ آپ ان کے نورانی رنگ میں رنگ جائیں' وہ نورانی اعمال یہ ہیں:

۱- اخلاص کے ساتھ' ایمان ویقین حاصل کرنے کی دعوت جو انبیاء علیہم السلام کی خاص میراث اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ سب سے بڑی خیر خواہی ہے۔

۲- نماز اور جملہ عبادات جس میں ذکر و تلاوت' دعا و استغفار سب شامل ہیں۔

۳- علم میں مشغولیت' خاص کر وہ علم جس میں انسانوں کے اعمال و افعال کے آخرت میں ظاہر ہونے والے نتائج کا بیان ہو یعنی ترغیب و ترہیب۔

۴- اچھے اخلاق جو حضرت محمد ﷺ کے اخلاق تھے اور جن کی آپ نے تعلیم دی جس کا خلاصہ اور حاصل ہے اللہ کی رضا کے لئے اس کی مخلوق کی خدمت اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ۔

یہ ہیں وہ نورانی اعمال جن کے مسلسل اور کثرت سے کرنے سے نور پیدا ہوتا

ہے اور زندگی نورانی بنتی ہے، آپ کو انہی اعمال میں مشغول رہتے ہوئے پھرنا ہے۔

دو دشمن

یاد رکھئے! آپ صرف اپنے گھر، اپنے گھر والوں اور اپنے خاص ماحول کو چھوڑ کر جا رہے ہیں، نفس اور شیطان کو چھوڑ کر نہیں جا رہے ہیں۔ یہ دونوں دشمن ہر قدم پر اور دن رات آپ کے ساتھ رہیں گے۔ آپ کی بری عادتیں بھی آپ کے ساتھ جا رہی ہیں، یہ سب چیزیں آپ کو ان اعمال کی طرف کھینچیں گی، جن سے آپ میں ظلمت آئے اور آپ خدا سے دور اور اس کی رضا سے محروم ہوں۔

دشمنوں سے حفاظت کا طریقہ

آپ ان دشمنوں کے شر سے صرف اس طرح بچ سکتے ہیں کہ اس بات کا پورا اہتمام کریں کہ سونے کے چھ سات گھنٹوں کے علاوہ دن رات کے تمام اوقات میں اپنے کو ان نورانی اعمال میں مشغول رکھیں یا آپ ایمان کی یا ایمان والے اعمال کی دعوت دیتے ہوں، یا نماز اور ذکر تلاوت وغیرہ کسی عبادت میں مشغول ہوں یا تعلیم و تعلم میں لگے ہوں یا کوئی خدمت والا کام انجام دے رہے ہوں۔

نفس اور شیطان کے شر سے بچنے کی صرف یہی صورت ہے کہ آپ کا وقت ان کاموں سے فارغ اور خالی نہ ہو:

"خانۂ خالی را دیومی گیرد"۔

رضائے الٰہی

پھر یہ اعمال بھی نور حاصل ہونے کا ذریعہ اسی صورت میں بنیں گے جب کہ صرف اللہ کی رضا اور آخرت کے ثواب پر نگاہ رکھتے ہوئے کئے جائیں۔ اگر خدانخواستہ نیت خالص نہ رہی تو یہی اعمال جہنم میں کھینچ لے جائیں گے۔ حضرت

ابو ہریرہؓ کی مشہور حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''قیامت میں سب سے پہلے تین آدمیوں کے بارے میں جہنم کا فیصلہ ہوگا اور جہنم میں سب سے پہلے انہیں کو جھونکا جائے گا۔ ان میں ایک وہ عالم دین اور عالم قرآن ہوگا جو عمر بھر قرآن سیکھنے سکھانے میں مشغول رہا۔ دوسرا ایک دولت مند سخی ہوگا جس کو دنیا میں اللہ نے خوب دولت سے نوازا تھا اور وہ اللہ کی دی ہوئی دولت کو نیکی کے کاموں میں خوب کشادہ دستی سے خرچ کرتا تھا اور تیسرا شخص ایک شہید ہوگا جو جہاد کے میدان میں دشمن کی تلواروں سے شہید ہوا ہوگا۔ لیکن ان تینوں آدمیوں نے یہ اعمال خالصتاً لوجہ اللہ نہیں کئے تھے' بلکہ دنیا میں نام وری اور شہرت وعزت حاصل کرنے کے لئے کئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: قیامت کے دن جب یہ تینوں قسم کے آدمی اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہوں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ہم دلوں اور نیتوں کا حال جانتے ہیں' تم لوگوں نے یہ اچھے اور نورانی اعمال ہماری رضا کے لئے نہیں کئے تھے' بلکہ دنیا میں نام وری اور شہرت کے لئے کئے تھے اور یہ چیز تمہیں دنیا میں مل چکی' اب تمہارے لئے یہاں کچھ نہیں' اس کے بعد ان کو ان کے انہی اعمال کی وجہ سے گھسیٹ کر جہنم میں پھینکوا دیا جائے گا' بلکہ حدیث میں یہ بھی ہے کہ یہ پہلے وہ جہنمی ہوں گے جن کے لئے سب سے پہلے جہنم کا فیصلہ کیا جائے گا۔ (العیاذ باللہ)

سوچئے تو کس قدر لرزہ دینے والی ہے یہ حدیث' حضرت ابو ہریرہؓ اس حدیث کو روایت فرماتے تو کبھی کبھی مارے خوف کے ان کی چیخیں نکل جاتیں اور ان پر بے ہوشی کا دورہ پڑ جاتا تھا اور ایک دفعہ جب ایک تابعی نے بھی یہی حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے سن کر حضرت معاویہؓ کے سامنے نقل کی تو حضرت معاویہؓ اتنا روئے کہ لوگوں کو ان کی جان کا خطرہ ہو گیا۔ بہت دیر کے بعد ان کی حالت ٹھیک ہوئی اور انہوں نے فرمایا:

''صدق الله ورسوله من کان یرید الحیوٰة الدنیا وزینتها نوف الیهم اعـمـالهـم فیهـا وهـم فیها لایبخسون' اولئک الذین لیس لهم فی الآخرة الا النار وحبط ما صنعوا فیها وباطل ما کانوا یعملون''۔

ترجمہ:... ''اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں سچ فرمایا ہے اور اس کے رسول ﷺ نے اللہ کی طرف سے بالکل صحیح پہنچایا ہے کہ جو کوئی اپنے اعمال سے دنیا اور دنیا کی زیب و زینت چاہے گا اس کو اس کے اعمال کا پورا نتیجہ دنیا میں ہم دے دیں گے اور اس کے لئے اس میں بالکل کمی نہیں کی جائے گی۔ ان لوگوں کے لئے آخرت میں سوائے دوزخ کی آگ کے اور کچھ نہ ہوگا اور جو عمل انہوں نے کئے تھے وہ ضائع جائیں گے اور بے کار اور لا حاصل ہوں گے''۔

بہرحال نورانی اعمال نور پیدا کرنے کا ذریعہ اسی صورت میں ہو سکتے ہیں جبکہ وہ خالصتاً اللہ کی رضا کے لئے اور آخرت کے لئے کئے جائیں۔ اس لئے آپ کو ایک طرف تو اپنے تمام اوقات انہی اعمال میں مشغول رکھنے ہیں اور دوسری طرف اس کا بھی اہتمام کرنا ہے کہ نیت صحیح رہے۔ شیطان جب کسی بندے کو اچھے عمل سے ہٹا نہیں سکتا تو اس کی نیت میں فساد ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ والے عمل اگر غیر اللہ کے لئے کئے جائیں تو ان میں اللہ والی نسبت نہیں رہتی اور اگر اللہ کی رضا کے لئے وہ اعمال کئے جائیں جو درحقیقت رضا والے اعمال نہیں ہیں تو ان میں اللہ کی نسبت نہیں آتی اور وہ رضائے الٰہی کا وسیلہ نہیں بنتے' اس لئے دونوں کوششیں ضروری ہیں۔ ایک اللہ کی رضا والے اعمال میں مشغولیت' ہمہ دم ایسی مشغولیت کہ ان کا رنگ چڑھ جائے۔ دوسرے نیت کی صحت کا اہتمام' جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر عمل سے مقصد اللہ کی رضا ہو' ساری کامیابی بس اللہ کی رضا میں ہے اور اس کی ناراضی میں تمام ناکامی اور نامرادی ہے۔

اصل کام صرف چار

میں بتا چکا ہوں کہ اس نکلنے کے زمانے میں بس اپنے آپ کو چار کاموں میں مشغول رکھنا ہے۔

۱- سب سے پہلی چیز ہے ایمان ویقین کی اور ایمان والے اعمال کی دعوت' اس دعوت کے لئے عمومی گشت ہوں گے' خصوصی گشت ہوں گے جن کے اصول وآداب گشت کے لئے نکلتے وقت بتلائے جائیں گے' ان کو دھیان سے سنا جائے' پھر جب آپ دعوت کے لئے گلیوں اور بازاروں میں نکلیں گے تو شیطان آپ کو وہاں کے نقشوں کی طرف متوجہ کرے گا۔ اس لئے سب سے پہلے دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ شیطان ونفس کے شر سے بچائے اور اپنی مرضی کے مطابق کام کرنے کی توفیق دے' پورے گشت میں اس کا اہتمام رہے کہ بس اللہ کے جلال اور جمال پر' اس کی صفات عالیہ پر نظر رہے' نگاہیں نیچی رہیں اور اپنا مقصد نگاہ کے سامنے رہے' جس طرح جب کسی مریض کو اسپتال لے کر جاتے تو خود مریض اور اس کے ساتھی اسپتال کی عالیان عمارت کو اور وہاں کے نقشوں کو دل چسپی سے نہیں دیکھتے' بلکہ ان کے سامنے بس مریض کا علاج ہوتا ہے۔

خصوصی گشت میں اگر دیکھا جائے کہ وہ صاحب جن سے آپ ملنے گئے ہیں اس وقت توجہ سے بات سننے کو تیار نہیں ہیں تو مناسب طریقے سے جلدی جلدی بات ختم کر کے ان کے پاس سے اٹھ آنا چاہیئے اور ان کے لئے دعا کرنی چاہیئے اور اگر دیکھا جائے کہ وہ صاحب متوجہ ہیں تو پھر پوری بات ان کے سامنے رکھنی چاہیئے اور وقت فارغ کرنے کے لئے بھی کہنا چاہیئے۔

خصوصی گشت میں جب دینی اکابر کی خدمت میں حاضری ہو تو ان سے صرف دعا کی درخواست کی جائے اور ان کی توجہ دیکھی جائے تو کام کا کچھ ذکر کر دیا جائے'

عمومی گشت کر کے لوگوں کو مسجد میں جمع کیا جائے اور ان کے سامنے ایمان ویقین' نماز' ذکر اللہ' علم دین' اخلاق اور دینی جد وجہد کی بات رکھی جائے اور تشکیل کی کوشش کی جائے' پھر تشکیل کر کے مطمئن نہ ہو جائیں' بلکہ جن لوگوں نے وعدے کئے ہیں اور نام لکھوائے ہیں ان کو اللہ کے راستے میں نکال دینے اور وعدوں کو عمل میں لے آنے کی پوری کوشش کریں اور اپنے امکان بھر اس کا انتظام کریں کہ ان کا وقت اچھی طرح گزرے۔ جو لوگ اس وقت نکلنے کا فیصلہ نہ کر سکیں تو ان کو مقامی گشت' مقامی اجتماعی تعلیم' ذکر اور نماز کی پابندی پر آمادہ کیا جائے اور ان کاموں کا نظام بنا دیا جائے۔

جب دعوت کے سلسلے کی یہ ساری محنت کر چکیں تو اس کسان کی طرح جو زمین میں بیج بکھیرتا ہے اور پھر اللہ سے لَو لگاتا ہے' پورے الحاح کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں وہی مقلب القلوب ہے' وہی جس کو چاہے ایمان اور ایمان والے اعمال دیتا ہے اور جس کے لئے نہیں چاہتا اس کو محروم رکھتا ہے۔

۲- دعوت کے بعد دوسرا کام تعلیم کا ہے' جب تعلیم کے لئے بیٹھیں تو ادب سے بیٹھیں' دل رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے علم کی عظمت سے دبا ہوا ہو' فضائل کا مذاکرہ ہو' حضور ﷺ کی تعلیم فرمائی ہوئی دعائیں یاد کی جائیں۔

۳'۴- جو وقت دعوت اور تعلیم سے خالی ہو اور کوئی دوسرا ضروری کام بھی اس وقت نہ ہو اس میں نوافل پڑھے جائیں یا قرآن مجید کی تلاوت کی جائے یا ذکر و تسبیح میں مشغول کیا جائے۔ یا اللہ کے کسی بندے کی خدمت کی جائے۔

جس طرح نماز میں آدمی قیام میں ہوتا ہے یا رکوع میں یا سجدے میں یا قعدہ میں' اسی طرح اللہ کے راستے میں نکلنے کے بعد آدمی یا دعوت میں لگا ہو یا تعلیم اور تعلم میں یا ذکر و عبادت میں یا اللہ کی کسی مخلوق کی خدمت میں-- یہ چار کام اس پورے زمانے میں بطور اصل مقصد کے لئے کئے جائیں گے اور اتنے کئے جائیں گے کہ یہی

عادت ومزاج بن جائے۔

یہ اجتماعی بھی کے جائیں گے اور انفرادی بھی' اجتماعی سے مطلب وہ ہے جو جماعتی نظام کے تحت ہو' جیسے خصوصی گشت اور عمومی گشت دعوت اور جماعت کی تعلیم کے وقت میں تعلیم اور جماعت کے ساتھ فرض نمازیں اور ان کے آگے پیچھے کی سنتیں اور اجتماعی تقسیم کار کے مطابق کھانے وغیرہ کے انتظامات کی دوڑ دھوپ۔ یہ سب اجتماعی اعمال ہیں۔ انفرادی دعوت' انفرادی تعلیم' انفرادی عبادت اور انفرادی خدمت وہ ہوگی جو جماعتی پروگرام کے علاوہ کوئی شخص اپنے اس خالی وقت میں کرے جس میں کوئی اجتماعی کام نہیں ہے' مثلاً دوپہر کے کھانے کے بعد ظہر تک کوئی جماعتی کام دعوت یا تعلیم وغیرہ کا نہیں ہے' ہر شخص کو اجازت ہے کہ وہ اس میں آرام کرے۔ اب اگر کوئی اللہ کا بندہ اپنے اس وقت میں آرام کرنے کے بجائے کسی شخص کے پاس جا کر دعوت ایمان کی باتیں کرے یا کسی اللہ کے بندے کو کوئی دعا یاد کرائے یا اس کی نماز صحیح کرائے یا مسجد کے کسی کونے میں کھڑے ہو کر نوافل پڑھنے لگے یا کسی ساتھی کی کوئی خدمت کرنے لگے تو سب صورتیں انفرادی عمل کی ہوں گی۔ بہرحال اللہ کے راستے میں نکلنے کے زمانے میں یہ چار کام اصل مقصد کے طور پر کئے جائیں اور حاجات بشری کے علاوہ اپنے کل اوقات ان ہی کاموں میں مشغول رکھے جائیں' تب ان کی زندگی میں نور آئے گا اور پھر انشاء اللہ وہ نور متعدی ہوگا اور پھیلے گا۔

چار ناگزیر ضرورتیں

ان چار کاموں کے علاوہ چار ہی کام ناگزیر ضرورت کے طور پر کئے جائیں گے اور صرف بقدر ضرورت ہی کئے جائیں گے' وہ چار یہ ہیں:

۱-کھانا پینا'　　　　۲-قضاء حاجت'

۳-سونا'　　　　۴-باہم بات چیت کرنا۔

یہ ناگزیر ضرورتیں ہیں' ان کو بس اتنا ہی وقت دیا جائے جتنا ضروری اور ناگزیر ہو' سونے کے لئے دن رات میں بس چھ گھنٹے کافی ہیں۔

چار باتیں جن سے رکا جائے

چار باتیں وہ ہیں جن سے پورے اہتمام کے ساتھ بچا جائے۔

۱- کسی سے سوال نہ کیا جائے' بلکہ کسی کے سامنے اپنی کوئی ضرورت ظاہر بھی نہ کی جائے' یہ بھی ایک طرح کا سوال ہی ہے۔

۲- اشراف سے بھی بچا جائے' اشراف یہ ہے کہ زبان سے تو سوال نہ کرے لیکن دل میں کسی بندے سے کچھ حاصل ہونے کی طمع ہو' گویا بجائے زبان کے دل میں سوال ہو۔

۳- اسراف سے بچا جائے' اسراف یعنی فضول خرچی ہر حال میں معیوب اور مضر ہے' لیکن اللہ کے راستے میں نکلنے کے زمانے میں اس کے نتیجے اپنے حق میں بھی بہت برے ہوتے ہیں' اور دوسرے ساتھیوں کے حق میں بھی۔

۴- بغیر اجازت کسی ساتھی کی بھی کوئی چیز نہ استعمال کی جائے' بعض اوقات دوسرے آدمی کو اس سے بڑی ایذاء پہنچتی ہے اور شرعاً یہ قطعاً حرام ہے' ہاں اس سے اجازت لے کر استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

بس یہ ہیں ضروری باتیں جن کی پابندی اس راستے میں نکلنے والوں کے لئے ضروری ہے اور آپ لوگوں کے ۲۴ گھنٹے ان پابندیوں کے ساتھ گزرنے چاہئیں' ان اعمال کی پوری پابندی کرتے ہوئے آپ اللہ کی زمین اور اللہ کی مخلوق میں پھریں اور اپنے لئے اور پوری امت مسلمہ کے لئے اور عام انسانوں کے لئے اللہ سے ہدایت مانگیں۔ بس یہی آپ کا عمل اور آپ کا وظیفہ ہو۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ جو ارحم الراحمین ہے' ہرگز محروم نہیں رکھے گا۔